بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

ISBN 978-969-9266-04-1

مفکرِ اسلام امام احمد رضا حنفی کے اصلاحی و تحقیقی افکار کا ترجمان

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 31 شمارہ: 05

مئی ۲۰۱۱ء / جمادی الاوّل ۱۴۳۲ھ

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

نائب مدیر: پروفیسر دلاور خاں

حُسنِ ترتیب

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

25-جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔
فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+
ای میل: imamahmadraza@gmail.com
ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/600 روپے
بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214-حبیب بینک لمیٹڈ پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

اپنی بات

فروغ تعلیماتِ رضا کے سلسلے میں علما و اہلِ قلم کا کردار

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے علمی اثرات ان کی حیات ہی میں نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ بلادِ عرب و عجم میں بھی اثرپزیر ہوئے جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں کہ دنیا کے کونے کونے میں تعلیماتِ رضا نہ صرف فروغ پاچکی ہے بلکہ اس کے گہرے اثرات آج ان کے بعد چوتھی اور پانچویں پشت کو متاثر کر رہی ہے اور لاکھوں افراد ان کے نعتیہ کلام اور بالخصوص ان کے نعتیہ سلام پر جھوم جھوم جاتے ہیں اور جب کہیں بھی کسی علمی معاملے میں بحث طول پکڑ جائے وہاں تعلیماتِ رضا اس مسئلے کا صحیح اور پائیدار حل پیش کرتی ہے۔ اس موضوع پر ہزاروں مقالات اور مضامین کی ضرورت ہے کہ جہاں جہاں امام احمد رضا کی تعلیمات پہنچیں اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے لوگوں کو راہِ ہدایت اور نجات ملی۔ یقیناً امام احمد رضا کی تعلیمات کو (Grass Root) تک پہنچانے میں اس خطے کے علما و مشائخ کے ساتھ ساتھ اہلِ قلم اور اداروں کا بھی بڑا کردار ہے۔ اگر اس موضوع پر دنیا کے تمام ان خطوں پر کام کی رفتار کو جمع کرکے شائع کیا جائے تو یہ خود ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ ہو جائے گا اور ایک شخص کے علمی اثرات پر دنیا کا پہلا انسائیکلوپیڈیا بھی ہو جائے گا۔ راقم نے اس سلسلے میں ایک کام کا آغاز کیا تھا اور اس سلسلے میں کئی مقالات قلم بند کئے تھے۔ مثلاً:

(۱) امام احمد رضا اور علمائے کراچی۔
(۲) امام احمد رضا اور علمائے بھرچونڈی شریف۔
(۳) امام احمد رضا اور علمائے سندھ۔
(۴) امام احمد رضا اور علمائے لاہور۔
(۵) امام احمد رضا اور علمائے ڈیرہ غازی خاں۔
(۶) امام احمد رضا اور علمائے بلوچستان۔
(۷) امام احمد رضا اور علمائے ریاست بہاولپور۔
(۸) امام احمد رضا اور علمائے سیالکوٹ وغیرہ۔

راقم نے اسی طرح کے مقالات دیگر علاقوں کے حوالے سے بھی قلم بند کرنا تھے۔ مثلاً:

امام احمد رضا اور علمائے پوٹوھار
امام احمد رضا اور علمائے میدانی پنجاب
امام احمد رضا اور علمائے سرحد وغیرہا

مگر دیگر قلمی مصروفیات کے باعث یہ کام ادھورا رہ گیا البتہ دو بیرونی ممالک کے حوالے سے تعلیماتِ رضا کے اثرات کا دو مقالات میں اختصار سے جائزہ لیا تھا۔ مثلاً:

۱۔ ۴۰ سالہ چمنستانِ رضا کی سیر
۲۔ تعلیماتِ رضا کے فروغ میں علمائے بنگلہ دیش کی خدمات۔

راقم کے ان تمام مقالات میں اختصار سے اس کام کا جائزہ لیا گیا ہے کہ امام احمد رضا کی تعلیمات کو فروغ دینے میں علما و مشائخ اور اہلِ قلم نے کیا کردار ادا کیا اور اکثر مقالات میں امام احمد رضا کے دور کے علما کی خدمات کا تو جائزہ لیا ہے مگر بعد میں ان علاقوں میں علما و مشائخ اور دیگر اہلِ قلم نے جواب تک خدمات انجام دی ہیں ان تمام پہلوؤں کو راقم اپنے مقالات میں شامل نہ کر سکا۔ اگر وقت نے ساتھ دیا اور دیگر مصروفیات آڑے نہ آئیں تو خود اس کام کو مکمل کرنے کی کوشش کروں گا، ورنہ نوجوان اسکالرز سے استدعا ہے کہ اپنے اپنے علاقوں میں امام احمد رضا کی تعلیمات کے اثرات کا تحقیقی مطالعہ کریں اور پھر پچھلی ایک صدی میں جن جن علما و مشائخ نے اپنے وعظ و نصیحت اور قلم سے جو تعلیماتِ رضا کے فروغ میں کردار ادا کیا ہے اس کو تحریر میں لائیں اور جن اہلِ قلم نے اپنے مقالات، مضامین اور تھیسس کے ذریعے چاہے وہ MA، M.Ed، BEd، M.Phil، یا Ph.D کے لیول کے ہوں ان کا تذکرہ جمع کرکے بھرپور مقالہ تحریر کریں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس تمام کام کو اکٹھا کرلیا گیا تو کئی جلدوں پر یہ کام مکمل ہو سکے گا اور شاید ہم امام احمد رضا کو خود ان کے ایک شعر کے اس مصرعہ پر پورا اتار سکیں:

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم

راقم یہاں صرف شہر کراچی کے حوالے سے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کے اثرات اور علمائے و مشائخ و اہلِ قلم کی خدمات کا انتہائی اختصار سے ایک طویل مقالے کا خلاصہ پیش کر رہا ہے۔

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی قدس سرہ العزیز اپنی حیات میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے مرجعِ خلائق تھے۔ آپ سے استفتا کرنے والوں میں نہ صرف علما و مشائخ ہی ہوا کرتے تھے بلکہ معاشرے کے تمام طبقوں سے تعلق رکھنے والے مثلاً وکلا، جج صاحبان، اساتذۂ کرام، دانشورانِ ملت، سائنسداں، سیاستدان وغیرہا اپنے اپنے مسائل کے حل کے لیے آپ سے رجوع کرتے۔ چنانچہ ایک ایک وقت میں ۴۔۴ سو استفتا نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے سے بلکہ دیگر ممالک سے بھی مثلاً چین، برما، بھوٹان، نیپال، عراق، سعودی عرب، جنوبی افریقہ، پرتگال، رنگون، سیلون، بنگلہ دیش، افغانستان اور مریکہ جیسے دور دراز علاقوں سے سوالات آتے تھے اور آپ ان سب کا جواب ضرور ضرور تحریر فرماتے۔ موجودہ پاکستان کے مندرجہ ذیل علاقوں سے سینکڑوں استفتا امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کو بریلی شریف بھیجے گئے جن کے آپ نے جوابات دیے، وجو فتاوٰی رضویہ کی ۱۲ ضخیم جلدوں میں دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں اور وہ استفتا اردو کے علاوہ فارسی اور عربی زبان میں بھی ہوتے تھے، لہٰذا اب ان تمام عربی اور فارسی استفتا اور ان کے جوابات کا اردو ترجمہ جدید فتاویٰ رضویہ کی ۳۰ جلدوں میں دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں۔ پاکستان کے مختلف شہروں کے نام، جہاں سے مستفتیان نے سوالات بھیجے، یہاں درج کیے جاتے ہیں:

گجرات، گھکر، گوجرانوالہ، وزیر آباد، لاہور، سیالکوٹ، کوٹلی لوہاراں، ڈسکہ، گوجر خاں، راولپنڈی، پنڈی کھیپ، گولڑا شریف، ڈیرہ غازی خاں، جامپور، بھیرہ شاہ پور، موضع غارنی مارہ، جہلم، وزیرستان، ڈیرہ اسمٰعیل خان، کیمبل پور، اٹک، کوٹ نجیب، ہزارہ، بہاولپور، خانپور، جاچڑاں شریف، صادق پور، حجرہ شریف، گڑھی اختیار خاں، کراچی، بھرچونڈی شریف، سکھر، مٹیاری، حیدر آباد، ڈھرکی، شکارپور، پشاور، ہری پور، فورٹ سنڈے من، بارکھان، کوہلو، بلوچستان وغیرہا۔

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا کراچی شہر میں قیام ۱۹۰۶ء میں اس وقت ہوا جب آپ دوسرے حج سے واپس بریلی شریف تشریف لے جارہے تھے تو کچھ ٹیکنیکل وجوہات کی بنا پر آپ کا بحری جہاز چند دنوں کے لیے کراچی شہر کی بندرگاہ میں لنگر انداز رہا اور جب یہ بات اہلِ کراچی کے علما و مشائخ کو پہنچی تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور اس زمانے کے علما میں حضرت علامہ مولانا عبدالکریم درس (م ۱۳۴۴ھ)، شاہ غلام رسول قادری (م ۱۳۹۱ھ)، مولانا عبدالرحیم مکرانی تلمیذ حضرت عبدالکریم درس، مولوی احمد صدیقی نقشبندی وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا اور امام احمد رضا نے عبدالکریم درس کی قیام گاہ صدر میں چند دن قیام بھی کیا۔

امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ سے شہر کراچی کے اکثر علما نے نہ صرف اس وقت ملاقات کے دوران استفسار کیے بلکہ بریلی شریف بھی استفتا بھیج کر جوابات حاصل کیے۔ ان میں چند اہم نام ملاحظہ کیجیے:

عبدالکریم درس، حضرت شاہ غلام رسول قادری، مولانا مرزا عبدالرحیم بیگ، مولانا عبدالرحیم مکرانی، مولانا سید کریم شاہ، مولوی احمد صدیقی نقشبندی، مولوی سید پیر ابراہیم قادری بغدادی۔

امام احمد رضا کے وصال کے موقعہ پر مولوی اللہ بخش فراق عقیلی ٹھٹھوی برادر عزیز سابق وفاقی وزیر خزانہ حکومتِ پاکستان ایم، ایم عقیلی نے ایک مضمون تحریر کیا تھا جو ماہنامہ "تصوف" لاہور نے اپنی اشاعت جلد دوم شمارہ ۳، ۱۹۲۲ء میں شائع کیا تھا اس کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

"بریلی کی اس بزرگ ہستی کے نام سے کون واقف نہیں جن کی تقریروں اور تحریروں کی آواز صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ افغانستان، عربستان اور مغرب میں بھی آج تک بشور وزور گونج رہی ہیں۔"

"میں نے آپ کے حالات بابرکات کا یہ صرف ایک مختصر خاکہ قارئین کرام کی خدمت میں عرض کیا ہے، کیونکہ آپ کے وصال کو آج ۱۰ مہینے کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن کسی نے آپ کے حالات پر قلم نہیں اٹھایا۔"

"اتنا عرض کرنا ہے کہ ہندوستان کی خاک میں بھی ایسے عالم، ایسے فقیہ اور ایسے مجدد گزرے ہیں لیکن ہم ہیں کہ غفلت کے پردے ڈال کر ایسی نیند سوئے ہوئے ہیں کہ ان کی اتنی چیخ پکار کا بھی ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ ہماری بے قدری اور لاپرواہی میں اس طور اس مبارک گروہ کے افراد یکے بعد دیگرے چلے جاتے ہیں اور اسلامی دنیا کا یہ رنگ سوتا ہوا چلا جاتا ہے۔"

"مسلمانی در کتاب مسلمان در گور" (ماہنامہ تصوف، ص ۱۷-۲۱)

مولوی اللہ بخش فراق عقیلی ٹھٹھوی معروف مذہبی دانشور کا یہ مضمون سالنامہ معارفِ رضا ۱۹۸۲ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا وہاں اسے تفصیل سے پڑھا جاسکتا ہے۔

پاکستان کے قیام کے بعد امام احمد رضا بریلوی کے تلامذہ یا خلفا میں

سے کوئی بھی ہجرت کرکے کراچی تشریف نہ لا سکا، البتہ حضرت امام احمد رضا کے چھوٹے پوتے حضرت حماد رضا خاں بریلوی ابن حضرت حامد رضا خان بریلوی غالباً ۱۹۵۰ء کے بعد اپنی فیملی کے ساتھ کراچی Shift ہوئے تھے مگر ان کا جلد ہی انتقال ہو گیا اور ان کی اولاد نے تعلیماتِ رضا کے فروغ میں کوئی اہم کردار ادا نہ کیا۔ دوسری جانب امام احمد رضا کے تلامذہ اور خلفا کی اولاد نے قیامِ پاکستان کے بعد کراچی کی طرف رخ کیا اس میں نمایاں نام حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری و قاری رضا المصطفیٰ اعظمی ابن مولانا مفتی امجد علی اعظمی، علامہ شاہ احمد نورانی بن شاہ عبد العلیم صدیقی اور مولانا مفتی ظفر علی نعمانی کے نام نمایاں ہیں، جنھوں نے یہاں دار العلوم امجدیہ رضویہ اور مکتبہ رضویہ آرام باغ میں قائم کیا اور تعلیماتِ رضا کا فروغ شروع کیا۔ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن کنز الایمان پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلے کراچی سے مکتبہ رضویہ نے مفتی ظفر علی نعمانی کی سرپرستی میں شائع کیا۔ ساتھ ہی نعتیہ کلام حدائقِ بخشش بھی شائع کیا اور مولانا امجد علی کی مشہور و معروف تصنیف بہارِ شریعت بھی شائع کی۔ ۱۹۷۰ء کے بعد فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔

دوسری جانب اسی شہر کراچی میں تعلیماتِ رضا کے فروغ کے لیے دار العلوم مخزن العلوم جامع کلاتھ مارکیٹ کے عقب میں مولانا مفتی عمر نعیمی تلمیذ و خلیفہ حضرت علامہ مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی نے قائم کیا، جبکہ آرام باغ کی جامع مسجد میں دار العلوم مظہریہ قائم کیا گیا، جو حضرت مفتی مظہر اللہ کے صاحبزادے مفتی مظفر احمد دہلوی نے مولانا سردار احمد (فیصل آباد) کی سرپرستی میں قائم کیا اور سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ اس کے بعد شمس العلوم رضویہ، دار العلوم حامدیہ رضویہ، قادریہ رضویہ، غوثیہ رضویہ وغیرہا۔

ان دار العلوم کے علاوہ اور بھی اہلِ سنّت و جماعت کے متعدد دار العلوم قائم ہوئے، جہاں تعلیمات رضا کو فروغ حاصل ہوا۔ مثلاً جامعہ قادریہ، دار العلوم قمر الاسلام، دار العلوم مجددیہ نعیمیہ وغیرہا۔ ساتھ میں امام احمد رضا کی کتب کی اشاعت کے لیے مکتبہ رضویہ کے بعد مدینہ پبلشنگ کمپنی نے اور بعد میں ادارہ تصنیفاتِ رضا نے ایک اہم کردار ادا کیا اور سب سے نمایاں کردار ۱۹۸۰ء کے بعد ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا ہے، جس نے متعدد کتب عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان میں شائع کرکے تعلیماتِ رضا کو نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونِ پاکستان میں بھی فروغ دیا۔ یہ فروغ آج بھی جاری ہے اور اب نہ صرف کتب کے ذریعے بلکہ Internet کے ذریعے ادارۂ تحقیقاتِ اور اہلِ سنّت کے متعدد ادارے تعلیماتِ رضا کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ امام احمد رضا کی تعلیمات کو جن اہلِ قلم نے فروغ دیا ان میں کراچی میں سب سے بڑا نام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمہ کا ہے، جنھوں نے ۱۹۷۱ء سے امام احمد رضا پر لکھنا شروع کیا اور وصال تک لگ بھگ ۴۰ سال امام احمد رضا پر تحقیقی کام انجام دیا۔ نہ صرف خود قلم سے خدمت کی بلکہ بیسیوں اسکالرز کو تیار کیا اور ان سے امام احمد رضا پر مقالات اور کتب تحریر کرائیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نگرانی میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے ریسرچ کے سلسلے میں سب سے اہم کردار ادا کیا اور جامعہ کراچی سے ہونے والے اب تک 5 Ph.D تھیسس میں بھرپور کردار ادا کیا۔

ادارۂ تحقیقاتِ میں نہ صرف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے قلم کے شاہکار منصۂ شہود پر آئے، بلکہ سید ریاست علی قادری، سید وجاہت رسول قادری صاحبان کے قلم کے جوہر بھی سامنے آئے اور احقر نے بھی اس سلسلے میں ادنیٰ سی خدمت انجام دی ہے ادارۂ کے علاوہ جن علما اور اسکالرز نے کراچی میں رہتے ہوئے تعلیماتِ رضا کے فروغ کے سلسلے میں قلمی رشحات یادگار چھوڑے ہیں ان میں چند نمایاں نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، ۲۔ مفتی ڈاکٹر سید شجاعت قادری،
۳۔ مفتی محمد وقار الدین قادری، ۴۔ پروفیسر سید شاہ فرید الحق قادری،
۵۔ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، ۶۔ مفتی محمد اطہر نعیمی،
۷۔ مفتی جمیل احمد نعیمی، ۸۔ مفتی محمد عمر نعیمی،
۹۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی، ۱۰۔ مولانا شفیع اوکاڑوی،
۱۱۔ علامہ کوکب نورانی ۱۲۔ علامہ محمد الیاس قادری رضوی وغیرہ۔

ان کے علاوہ بے شمار وہ علما جنھوں نے اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعے امام احمد رضا کی تعلیمات کو فروغ دیا اسی طرح نعت گو شاعروں نے بھی اہم کردار ادا کیا اس لحاظ سے اگر ان شخصیات کے تذکروں اور کارناموں کے ساتھ اس کام کو جمع کیا جائے تو راقم کے نزدیک کم از کم M.Phil کا مقالہ ضرور لکھا جاسکتا ہے۔ اس لیے راقم تو نوجوان اسکالرز کو دعوت دیتا ہے کہ اس کام کو آگے بڑھائیں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا آپ کی بھرپور مدد کرے گا پھر اسی طرح کے کام دیگر علاقوں میں بھی کیے۔ جائیں اور پھر عالمی سطح پر بھی کیے۔ جائیں تو یقیناً امام احمد رضا کی تعلیمات دینِ اسلام کے فروغ میں ایک اہم ستون ثابت ہوں گی۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کی اشاعتی خدمات

مولانا محمد شہاب الدین رضوی

جماعت مبارکہ جماعت رضائے مصطفیٰ ۱۳۳۹ھ\۱۹۲۰ میں امام احمد رضا نے قائم فرمائی۔ اس جماعت کے پلیٹ فارم سے امام احمد رضا کے خلفاو تلامذہ نے شدھی تحریک کے خلاف تاریخی خدمات انجام دیں اور لاکھوں افراد جو مسلمانوں کو ہندو بنانے والی شدھی تحریک کا شکار ہوچکے تھے جماعت مبارکہ کی کوششوں سے ایک بار پھر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ جماعت کے سنہری کارناموں کی تفصیل کتاب ''تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ'' مصنفہ مولانا شہاب الدین رضوی میں شائع ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حبیب حضور اکرم ﷺ کا لایا ہوا دین ''اسلام'' اشاعت سے ہی بڑھاہے اور ہاں اشاعت ایک تو تقریری طور پر ہوتی ہے۔ لٹریچر کی اشاعت دور جدید میں دوامی حیثیت کی حامل ہے۔ کتابیں گھر میں ہیں۔ تو جب وقت ملا پڑھ لیا، جب کسی نے دیکھا اس نے اٹھا کر پڑھنے کی کوشش کی، اور پھر وہی کتابیں نئی نسل کے لیے سامان آخرت ہوتی ہیں۔ اور اہم بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لیے لٹریچر سے زیادہ موثر حربہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ انھی اسباب کی بنیاد پر جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی نے دو شعبے قائم کیے تھے: ایک شعبہ زبانی تقریر و تبلیغ کا، دوسرا شعبہ اشاعتِ کتب کا۔ اب جماعتِ رضائے مصطفےٰ کے اراکین کا جذبۂ دینی دیکھیے۔ لکھتے ہیں: ''پیارے مسلمانو! دین سیکھو، خدا و رسول کو پہچانو (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو علماء دین کی صحبت میں رہنے یا نہیں کتابیں دیکھنے سے آسکتا ہے۔ آپ اپنی ضروریات و افکار کے باعث اگر اپنے رہنمایانِ مِلّت کے پاس آنے جانے سے معذور ہیں تو دین و ملت کی مفسر و مستند کتابیں اپنے پاس رکھیے، اور جو وقت خالی ہے اس میں ان کا مطالعہ کیجیے۔ ہم نے شائقین کی آسانی کے لیے علماءِ اہلِ سنّت خصوصاً امامِ اہلِ سنّت فاضلِ ہندوستان اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ کی مفید تصانیف اپنے کتب خانے میں فراہم کرلی ہیں۔''[۱]

جماعتِ رضائے مصطفےٰ کی مالی حالت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی اکثر تصانیف جماعتِ رضائے مصطفےٰ کے شعبۂ اشاعت کتب نے طبع کرائیں۔ اہلِ سنّت و جماعت پر رضائے مصطفےٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ آج جتنی تصانیفِ امام احمد رضا ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب اسی جماعت کی دین ہے۔[۲] کتابوں کی طباعت میں کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے؟ اس کام کی دشواریاں کیا ہیں یہ سب اسی کو معلوم ہے جو اس سلسلے میں کچھ کام کر چکا ہو، کسی کتاب کو لکھنا جتنا مشکل ہے کچھ ایسا ہی طباعت کا بھی مسئلہ ہے۔ طباعت میں کئی چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ مثلاً کاتبوں سے رابطہ پھر کتابت، کتابت کے بعد تصحیح، پھر پرنٹنگ، اور پھر سر کولیشن اور اس سے پہلے اخراجات، اور مالی فنڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔ آج کے دور میں ایک معمولی سا کتابچہ چھپوانے میں ہزار دو ہزار روپیہ لگ جانا کوئی بات نہیں ۔کتاب چھپوالی، مگر مارکیٹ میں اس کی مانگ نہیں ہے تو دھری کی دھری رہ جائے گی۔ ساری لاگت گودام کی زینت بنی رہے گی۔ اب ایسی صورت میں سیکڑوں کتابوں کی طباعت تو ایک عظیم ادارہ ہی برداشت کرسکتا ہے۔ جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی نے مالی فنڈ کے لیے ممبران بنالیے تھے اور ان ممبران کو کتابیں مفت دی جاتی تھیں۔ جماعت رضائے مصطفےٰ پر ایک وہ وقت آیا جب مالی حالت بہت خستہ ہوچکی تھی اور بعض احباب جماعت سے پیسہ لے کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصانیف چھپوائی گئیں۔ ان حالات سے نپٹنے کے لیے جماعتِ رضائے مصطفےٰ نے اپنے احباب کے لیے ایک اپیل شائع کی، جس کا عنوان ہے۔ ''ایک آنہ فنڈ'' ملاحظہ فرمائیں:

''دینی ضرورتیں بہت ہیں اور جماعتِ مبارکہ کی مالی آمدنی بالکل ختم ہوچکی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی مذہبی ضرورت کے وقت چندے کے لیے ہاتھ پھیلانا ہوتا ہے اور پھر بھی کام نہیں چلتا۔ لہٰذا اس کمی کو پورا کرنے کے لیے جو آسان اور سہل صورت تجویز ہوئی وہ یہ ہے کہ جماعتِ مبارکہ کی جانب سے ایک آنہ ماہوار

کسی شخص پر گراں نہ ہو گا۔ اور اپنی ضرورتوں کے لیے ماہ بماہ کافی رقم جمع ہوجایا کریگی۔ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آسان صورت یہ ہے کہ ہر محلّے کے باا ثر اس طرف توجہ فرمائیں اور ہر محلّے میں کوئی مسلمان ایسا نہ بچے جسے ایک آنہ فنڈ کا ممبر نہ بنادیا جائے، جو صاحب ممبر بنیں گے انہیں چندہ تو ایک آنہ ماہواری دینا ہو گا، مگر داخلے کے وقت انہیں اپنی خوشی سے جو رقم وہ نہایت آسانی کے ساتھ دے سکیں فوراً دینا ہو گی۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے باقی رہنے اور بلاد شواری ضرورتوں کے پورا ہوتے رہنے کی یہی ایک صورت ہے۔"[۳]

شعبۂ اشاعت کے اصول:

جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی کا شعبۂ اشاعت بہت متحرک تھا۔ اس کے عمال بڑی دل چسپی اور لگن سے کام کرتے تھے۔ مذکورہ اپیل سے جماعت نے ایک حد تک خسارے سے نکل کر اشاعتی کام کی رفتار بڑھائی تھی۔ بریلی شہر و دیگر اضلاع کے افراد نے ہاتھوں ہاتھ اس اپیل کا استقبال کیا۔ کتابوں کے بھیجنے کے لیے کچھ اصول تھے۔ جماعتِ رضائے مصطفےٰ کے وہ اصول حسبِ ذیل ہیں:

"(۱) جملہ فرمائش بنامِ ناظم جماعتِ رضائے مصطفےٰ محلہ سوداگران بریلی آنا چاہیے۔

(۲) سادہ پیکٹ یا پارسل بلا رجسٹری نہ منگائیں کہ اکثر تلف ہو جاتے ہیں۔ اس لیے رجسٹری شدہ منگانا چاہیے۔ بلا رجسٹری طلب میں جماعت ذمّے دار نہ ہو گی۔

(۳) اپنا نام و مقام وڈاک خانہ و ضلع، خاص کر ریلوے پارسل منگانے والے اصحاب اسٹیشن ریلوے اور کہ کس لائن پر واقع ہے، صاف خوش خط تحریر فرمائیں۔ نیز علاقہ حیدر آباد دکن کے وی، پی منگانے والے اصحاب انگریزی ڈاک خانہ تحریر کریں۔

(۴) درصورت ریلوے پارسل اعلیٰ قدر فرمائش کچھ رقم بذریعہ منی آڈر آنا چاہیے۔

(۵) دریافت طلب امور کے لیے جوابی کارڈ آنا چاہیے۔

(۶) نرخ تاجرانہ بذریعہ خط وکتابت طے ہو سکتا ہے۔

(۷) فہرستِ کتب طلب کرنے پر مفت حاضر کی جاسکتی ہے:

(۸) محصول ڈاک یا محصول ریلوے بذمہ خریدار ہو گا۔

(۹) ایک روپے سے کم وی پی بوجہ محصول ڈاک زیادہ قیمت پر پڑتا ہے۔ اگر متعدد اشخاص شریک ہو کر یک جائی طلب فرمائیں تو مصارفِ ڈاک میں کفایت رہے گی۔

(۱۰) جماعتِ مبارکہ کی جانب سے بتوفیق اللہ تعالیٰ دارالافتاء بھی قائم ہے۔ جو سوالات دفتر جماعت میں موصول ہوتے ہیں۔ ان کے جوابات روانہ کئے جاتے ہیں۔"[۴]

اشتہارات و پمفلٹ کی اشاعت:

جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی وقتاً فوقتاً حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اشتہارات نکالا کرتی تھی زیادہ تر اشتہارات جو راقم کو نظر آئے ان میں اسلامی تعلیمات، نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے مسائل، اور خود جماعتی سرگرمیاں درج ہوئی ہیں اور کچھ ایسے پمفلٹ اور اشتہار دیکھنے کو ملے جن میں کسی عالم یا مسلم لیڈر کے ڈگمگاتے قدم کی گرفت کی گئی ہے اور اس کی غلطیوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ بعض مسلم تنظیموں اور جماعتوں کی بے راہ روی کا تعاقب کیا گیا ہے، جیسے خلافت کمیٹی، اور جمعیۃ العلما وغیرہ اور اخبارات و رسائل کے تعاقبات۔ جماعتِ رضائے مصطفےٰ کی صحافتی خدمات اور پھر اس کے ہندوستان پر صحافتی اثرات بھی قابل ذکر ہیں۔[۵] جماعت رضائے مصطفےٰ نے اپنے صرفہ سے "ماہنامہ یادگارِ رضا" کا اجرا کیا۔ اس سے قبل مولانا حسنین رضا بریلوی کی ادارت میں "ماہنامہ الرضا" جاری ہوا[۶] اور اسی درمیان صرف قادیانیوں کے ردّ میں مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی ادارت میں "ماہنامہ ردمرزایت" شائع ہوتا رہا۔ جماعتِ رضائے مصطفےٰ کے پلیٹ فارم سے نکلنے والے اشتہارات اور پمفلٹ کی ایک خاصی تعداد ہے۔ ایک پوسٹر قد آدم کے برابر اس وقت راقم کے پیش نظر ہے۔ وہ شدھی تحریک کے رد میں ہے۔ اور اس کے عنوان پر لکھا ہے "۲۵/پوسٹر" اس سے یہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل ۲۴/پوسٹر شائع ہو چکے اور بعد میں کتنے شائع ہوئے اس کا پتہ لگانا خاصا مشکل کام ہے افسوس اس بات کا ہے کہ پوسٹروں کی فراہی نہ ہو سکی ورنہ صرف پوسٹروں پر ایک خاصا ضخیم باب ہو سکتا تھا۔[۷] جماعتِ رضائے مصطفےٰ کے سربراہِ اعلیٰ اور بانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا وصال ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ جس سے جماعتِ کو کافی جھٹکا لگا۔ یکایک سارے کام رک گئے، مالی نقصانات بھی ہوئے۔ اس مالی نقصان سے بچنے کے لیے اور اپنی سرگرمیوں کو دوبارہ تیز تر کرنے کے لیے یہ اعلان شائع کیا اور اعلیٰ

حضرت قدس سرہ نے جو جماعت کے لیے تحریر عنایت فرمائی تھی اس کا دوبارہ احیا ہوا۔ پڑھیے۔

"آج بھی اس امامِ عالی مقام کی تحقیقات کے خزانے بر سر جود ہیں۔ ان کی تصانیف جلیلہ بہترین مرشد و رہنماہیں مسلمانوں کی سب سے بڑی دستگیری یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت کی تصانیف زاہرہ کو طبع کرا کے ان کو فیض یاب کیا جائے۔ جماعتِ رضائے مصطفےٰ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے زمانے ہی سے اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا تھا اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جماعت پر اطمینان فرماتے تھے۔ اس کا روشن ثبوت ان کی تحریر پر تنویر سے ملتا ہے جو ۲۶ر شعبان ۱۳۳۹ھ یوم جمعہ کو تحریر فرمائی تھی۔[۸] اب ضرورت ہے کہ اس جماعت کی تائید کی جائے اور اراکین بڑھائے جائیں تا کہ بعونہٖ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کی بے مثل تصانیف بکثرت شائع کی جائیں۔ اس اسلامی خدمت میں جو حضرات اہل سنّت حصّہ لینا اپنی دینی سعادت سمجھتے ہوں، وہ جماعتِ رضائے مصطفےٰ سے قرطاسِ رکنیت طلب فرما کر اس میں اپنا نام ثبت فرمائیں۔"[۹]

ذوالفقار حیدری:

"ذوالفقار حیدری" نامی کتاب کا اشتہار یعنی اعلان اس مضمون کے ساتھ شائع ہوا مضمون پڑھنے سے کتاب کا موضوع معلوم جاتا ہے۔ اسی وجہ سے شائع شدہ اعلان ملاحظہ فرمائیں:

"ابتدائے شیوع فتنہ گاندھویہ سے اب تک جو اشتہارات آستانۂ قدسیہ رضویہ سے جماعت رضائے مصطفےٰ نے شائع فرمائے، کہ بفضلہ تعالیٰ خمیر گاندھویت کی سر شکنی کرتے رہے۔ جن میں ایک ایک اشتہار بفضل الجبار گاندھویت کے سر پر ذوالفقارِ حیدر کرار ہے۔ خرمنِ کفر وضلالِ گاندھویت پر بکرمہ تعالیٰ صاعقۂ برق بار ہے۔ تشنگانِ ہدایت کے لیے بیمنہٖ تعالیٰ سیر اب کن ابرِ رحمتِ غفار ہے۔ گم گشتگان بادۂ ضلالت کے لیے بعدہٖ تعالیٰ راہ نما مشکل ہدایت پرور دگار ہے۔ آسیب زدگان گاندھویت کے لیے بمنہٖ تعالیٰ تعویذ دفع شیاطینِ اشرار ہے۔ مریضانِ کفر و غوایت کے لیے بحمدہٖ تعالیٰ نسخۂ شفاء از بیماریِ کفر وباعثِ نجات از عذابِ نار ہے۔ ہر اک اشتہار بجائے خود رسالہ ہے۔ محمدی فوج کا تیغ زن رسالہ ہے۔ یہ اشتہارات کثیر علوم دینیہ سے لبریز ہیں اور عام طریقے سے اشتہارات محفوظ نہیں رہتے، لہٰذا جماعتِ مبارکہ نے انہیں مرتب کر کے ان کا مجموعہ ہدیۂ ناظرین کیا۔"[۱۰]

فتاوٰی رضویہ جلدِ اوّل کی اشاعت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا فقہی عظیم کارنامہ "فتاوٰی رضویہ" ہے، جو ضخیم بارہ جلدوں میں پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً گیارہ جلدیں چھپ کر منظرِ عام پر آگئی ہیں۔[۱۱] فتاوٰی رضویہ جلدِ اول کی اشاعت کا بار سب سے پہلے جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی ہی نے اٹھایا اور استاذ العلما مولانا حسنین رضا خاں بریلوی نے پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ یہ فتاوٰی رضویہ کی پہلی جلد ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔ مولانا حسنین رضا بریلوی مشہور اخبار دبدبۂ سکندری رامپور کے ایڈیٹر مولانا شاہ فاروق صابری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"کرم فرمائے من ایڈیٹر صاحب اخبار دبدبۂ سکندری۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔! بحمدہٖ تعالیٰ فتاوٰی رضویہ کی پہلی جلد تیار ہوگئی ہے۔ آپ سے اور آپ کی معرفت جو صاحب خریدار ہوئے تھے، ان سے عرض ہے کہ بعدِ منہائی قیمت مع محصول ڈاک آٹھ جزوا جب الادا کے بقیہ فتاوٰی تا ختم جلدِ اوّل آپ کو دو روپیہ علاوہ محصول ڈاک دیا جائے گا۔ اگر بقیہ کی خریداری منظور ہو واپسی ڈاک مطلع فرمایئے۔ جو اب آنے پر بذریعہ وی پی بقیہ جلد روانہ ہوگی۔ جنوری ۱۹۱۸ء میں روہلکھنڈ گزٹ بریلی، دبدبۂ سکندری رام پور، ہمدم لکھنؤ، پیسہ اخبار لاہور میں ایک اطلاعی مضمون فتاوٰی رضویہ کی سرخی سے پیش کش کیا۔

نیاز مند: محمد حسنین رضا خاں محلہ سوداگران بریلی۔"[۱۲]

اس خط پر ایڈیٹر دبدبۂ سکندری رام پور کی طرف سے یہ نوٹ بھی لگا ہوا ہے۔ جو ان کے دعائیہ کلمات پر مشتمل ہے: "یہ خوشی سے لکھا جارہا ہے کہ فتاوٰی رضویہ کی پہلی جلد چھپ کر تیار ہوگئی ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ تمام اجلاد (جلدیں) فتاوٰی رضویہ کی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت دام فیضہٗ کے سایۂ عاطفت میں اشاعت پائیں اور اس نعمتِ غیر مترقبہ سے حضراتِ اسلام فائدہ اٹھائیں۔"[۱۳]

جماعتِ رضائے مصطفےٰ کی مطبوعات:

۱۔ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۲۔ مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء، (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۳۔ الوظیفۃ الکریمہ، (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)

۴۔ عطایاالقدیر فی حکم التصویر، (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۵۔ برکات مارہرہ ومہمان بدایوں (مولانا محمد میاں مارہروی)
۶۔ تحقیقاتِ قادریہ (مولانا جمیل الرحمٰن بریلوی)
۷۔ رودادِ مناظرہ (مولانا حسنین رضا خاں بریلوی)
۸۔ حق کا خنجر (مولانا حشمت علی لکھنوی)
۹۔ حق کی فتح مبین (اعلیٰ حضرت اور مولانا عبدالباری کے درمیان مکالمہ)
۱۰۔ کمیٹی کے مولانا (شیخ عظمت علی رضوی)
۱۱۔ نذرِ فقیر (شیخ عظمت علی رضوی)
۱۲۔ وصایا شریف (مولانا حسنین رضا بریلوی)
۱۳۔ آئینۂ قیامت (مولانا حسن رضا حسؔن بریلوی)
۱۴۔ ذوالفقارِ حیدری (اراکینِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ)
۱۵۔ مصحح دماغ مجنون (اراکینِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ)
۱۶۔ حدائق بخشش دوم (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۱۷۔ گاندھیوں کا اعمال نامہ
۱۸۔ نجم شریعت
۱۹۔ مومن نمبر (ماہنامہ یادگار رضا بریلی کا خاص شمارہ)
۲۰۔ فتاویٰ رضویہ (کتاب النکاح جلد چہارم)
۲۱۔ الصوارم الہندیہ علی مکر شیاطین الدیوبندیہ (مولانا حشمت علی لکھنوی)
۲۲۔ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (امام احمد رضا)
۲۳۔ روداد مباحثہ سنبھل
۲۴۔ مسائل سماع ۱۶ ؁
۲۵۔ احکام شریعت مکمل (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۲۶۔ ذوق نعت (مولانا حسن بریلوی)
۲۷۔ سرور العید السعید فی الدعاء بعد صلوۃ العید (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۲۸۔ النھی الاکید عن الصّلاۃ وراء عدی التقلید
۲۹۔ ترغیب الصلاۃ
۳۰۔ عرفان ایمان
۳۱۔ بعض مکاتیب اعلیٰ حضرت (مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری)
۳۲۔ عرفان ہدایت (مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری)
۳۳۔ الخطبات الرضویہ۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۳۴۔ عقائد اسلام
۳۵۔ ہادی الناس فی اشیاء من رسوم الاعراس (امام احمد رضا)
۳۶۔ طیب المنیۃ لوصول الحبیب للعرش والرؤیہ۔ (اما احمد رضا)
۳۷۔ طرق الہدی والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد (مفتی اعظم ہند)
۳۸۔ سوراخ در سوراج (مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا بریلوی)
۳۹۔ التحبیر بباب التدبیر وثلج الصدر لایمان القدر (اعلیٰ حضرت)
۴۰۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش (اعلیٰ حضرت)
۴۱۔ تقریر منیر قلب (مولانا حشمت علی لکھنوی)
۴۲۔ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن (اعلیٰ حضرت)
۴۳۔ نہج السلامۃ فی تقبیل الابھامین والاقامۃ
۴۴۔ صِلات الصفا فی نور المصطفیٰ، (اعلیٰ حضرت)
۴۵۔ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ عہد الجاھلیۃ
۴۶۔ الحجۃ الفاتحۃ، فی تعیین العرس والطیب الفاتحۃ
۴۷۔ اتیان الارواح، لدیار ھم بعد الرواح (اعلیٰ حضرت)
۴۸۔ القول الفاخر (اعلیٰ حضرت)
۴۹۔ اسواط العذاب (اعلیٰ حضرت)
۵۰۔ فتاویٰ برعقائد دیوبندیہ، اعز الاکتناہ، فی رد صدقۃ مانعی الزکوۃ، (اعلیٰ حضرت)
۵۱۔ اعلام الاعلام، بأن ھندوستان دارالاسلام (امام احمد رضا)
۵۲۔ ازکی الاہلال فی مااحدث الناس فی امر الھلال (اعلیٰ حضرت)
۵۳۔ التحریر الجید فی حق المسجد (اعلیٰ حضرت)
۵۴۔ الاعلام بحال البثور فی الصیام (اعلیٰ حضرت)
۵۵۔ راد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقرا (اعلیٰ حضرت)
۵۶۔ تحفۂ عشاق (نعتیہ دیوان) مولانا جمیل الرحمٰن بریلوی
۵۷۔ الوضوء
۵۸۔ مجموعہ انباء المصطفےٰ دوم
۵۹۔ انوار الانتباہ (فی حل نداء یا رسول اللہ)
۶۰۔ لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی (اعلیٰ حضرت)
۶۱۔ موذن الاوقات (اعلیٰ حضرت)
۶۲۔ جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوہ (اعلیٰ حضرت)
۶۳۔ موذن الاوقات صوبہ بریلی
۶۴۔ موذن الاوقات عرض نینی تال

۶۵۔ موذن الاوقات، صوبہ بہار، ؁
۶۶۔ فتاوٰی رضویہ جلد دوم
۶۷۔ فتاوٰی رضویہ، کتاب النکاح جلد اول
۶۸۔ فتاوٰی رضویہ، جلد دوم
۶۹۔ فتاوٰی رضویہ، کتاب النکاح جلد سوم
۷۰۔ فتاوٰی رضویہ، کتاب النکاح جلد چہارم
۷۱۔ فتاوٰی امام عزی تمر تاشی
۷۲۔ حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب (اعلیٰ حضرت)
۷۳۔ ابلغی مناظرہ،
۷۴۔ کھرّا کھری (مولانا محبوب علی خاں لکھنوی)
۷۵۔ وہابی عقائد نار ہر دو حصّہ
۷۶۔ التحقیق الحسان فی احکام الاذان
۷۷۔ المنۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازۃ (اعلیٰ حضرت)
۷۸۔ الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ (اعلیٰ حضرت)
۷۹۔ فتاوٰی افریقہ (اعلیٰ حضرت)
۸۰۔ فتاوٰی الحرمین متر جمبر جف ندوۃ المین (اعلیٰ حضرت)
۸۱۔ مجموعۂ تمہید الایمان وحسام الحرمین عربی مترجم (اعلیٰ حضرت)
۸۲۔ فتاے حرمین کا تازہ عطیہ (اعلیٰ حضرت)
۸۳۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (اعلیٰ حضرت)
۸۴۔ چارک لیث بر اہل حدیث (اعلیٰ حضرت)
۸۵۔ احسن الوعاآداب الدعاء (مولانا نقی علی بریلوی)
۸۶۔ کفل الفقیہ الفاہم مترجم (اعلیٰ حضرت)
۸۷۔ الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب (اعلیٰ حضرت)
۸۸۔ انفس الفکر، فی قربان البقر (اعلیٰ حضرت)
۸۹۔ السوء العقاب علی المسیح الکذاب (اعلیٰ حضرت)
۹۰۔ الصارم الرّبانی فی اسراف القادیانی (مولانا حامد رضا بریلوی)
۹۱۔ الفضل الموہبی فی معنی اذاصح الحدیث فھو مذھبی (اعلیٰ حضرت)
۹۲۔ النیر الشہابی
۹۳۔ السہم الشہابی
۹۴۔ صفائح اللجین فی کون التصافح بالیدین (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۹۵۔ الجام الصاد عن سنن الضاد (اعلیٰ حضرت)
۹۶۔ منیر العین فی تقبیل الابہامین (اعلیٰ حضرت)
۹۷۔ ردالرفضہ (اعلیٰ حضرت)
۹۸۔ الیاقوتۃ الواسط فی قلب عقد الرابط (اعلیٰ حضرت)
۹۹۔ رماح القہار
۱۰۰۔ سیف النقی
۱۰۱۔ خالص الاعتقاد (اعلیٰ حضرت)
۱۰۲۔ اہلاک الوہابیین (اعلیٰ حضرت)
۱۰۳۔ میل الاصیفاء (اعلیٰ حضرت)
۱۰۴۔ وشاح الجید فی حل معانقۃ العید (اعلیٰ حضرت)
۱۰۵۔ وقعات السنان (مولانا مصطفےٰ رضا نوری)
۱۰۶۔ ادخال السنان (مولانا مصطفےٰ رضا نوری)
۱۰۷۔ اقامۃ القیامہ اعلیٰ طاعن القیام لنبی تھامۃ (اعلیٰ حضرت)
۱۰۸۔ ہدی الحیران فی نفی الظل عن سید الاکوان (اعلیٰ حضرت)
۱۰۹۔ دیوبندی مولویوں کا ایمان
۱۱۰۔ حیات الموات فی سماع الاموات (اعلیٰ حضرت)
۱۱۱۔ ابانۃ المتواری (اعلیٰ حضرت)
۱۱۲۔ قامع الوایہات (اعلیٰ حضرت)
۱۱۳۔ بریق المنار (اعلیٰ حضرت)
۱۱۴۔ تیسیر الماعون فی السکن عن الطاعون (اعلیٰ حضرت)
۱۱۵۔ سلامت اللہ لاہل السنہ
۱۱۶۔ نفی العار من معایب المولوی عبد الغفار
۱۱۷۔ ضیاء الارشاد
۱۱۸۔ الموت الاحمر (مولانا مصطفےٰ رضا نوری)
۱۱۹۔ اجلی انوار الرضا (مولانا حامد رضا بریلوی)
۱۲۰۔ انہار انوار من یم صلاۃ الاسرار (اعلیٰ حضرت)
۱۲۱۔ سوافل وہابیہ
۱۲۲۔ القول العجیب (مولانا مصطفےٰ رضا نوری)
۱۲۳۔ اصح التواریخ (مولانا محمد میاں مارہروی)
۱۲۴۔ جواہر البیان فی اسرار الارکان (مولانا مفتی نقی علی بریلوی)
۱۲۵۔ ہدایت البریۃ (اعلیٰ حضرت)
۱۲۶۔ برکات الامداد (اعلیٰ حضرت)

۱۲۷۔ الاستمداد (اعلیٰ حضرت)
۱۲۸۔ نفی الفیءمن انار بنورہ کل شی (اعلیٰ حضرت)
۱۲۹۔ رادالمھند (مولانا حشمت علی خاں)
۱۳۰۔ الانوار الغیبیہ، (مولانا حشمت علی لکھنوی)
۱۳۱۔ مبلّغ
۱۳۲۔ ظفر الاسلام حصّہ اوّل
۱۳۳۔ دیوبندیت کا پاکیزہ فوٹو گراف
۱۳۴۔ قبالۂ بخشش (مولانا جمیل الرحمٰن رضوی بریلوی)
۱۳۵۔ برکاتِ قادریت (مولانا جمیل الرحمٰن رضوی بریلوی)
۱۳۶۔ دشت کربلا (مولانا حسنین رضا بریلوی)
۱۳۷۔ حجۃ واہرہ (مولانا مصطفےٰ رضا خاں)
۱۳۸۔ انوار البشارہ فی احکام الحج والزیارۃ (اعلیٰ حضرت)
۱۳۹۔ دین حسن (مولانا حسن بریلوی)
۱۴۰۔ نگارستان لطافت (مولانا حسن بریلوی)
۱۴۱۔ ملفوظات مکمل، (مولانا مصطفےٰ رضا نوری)
۱۴۲۔ قلاوہ بخشش (اعلیٰ حضرت کی غیر مطبوعہ نعتوں ودیگر علما کی نعتوں کا مجموعہ)
۱۴۳۔ رصوم اہل السنۃ
۱۴۴۔ ذکر رضا منظوم
۱۴۵۔ ازاحۃ العیب بسیف الغیب
۱۴۶۔ نصرۃ الواعظین مکمل (مولانا حشمت علی بریلوی)
۱۴۷۔ مروج النجا لخروج النساء (اعلیٰ حضرت)
۱۴۸۔ مظالم نجدیہ بر مقابر قدسیہ
۱۴۹۔ اصلاح بہشتی زیور چار حصص
۱۵۰۔ اصلاح بہشتی گوہر
۱۵۱۔ القول الخبرل
۱۵۲۔ السنیۃ السنیہ
۱۵۳۔ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (اعلیٰ حضرت)
۱۵۴۔ نطق الہلال بارخ ولا دالحبیب والوصال (اعلیٰ حضرت)
۱۵۵۔ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سیّد المحبوبین (اعلیٰ حضرت)
۱۵۶۔ الصمصام علی مشکک آیۃ علوم الارحام
۱۵۷۔ ارادت الادب لفاضل النسب (اعلیٰ حضرت)

۱۵۸۔ حربہ احمدیہ
۱۵۹۔ حیانۃ الایمان شرح تقویۃ الایمان
۱۶۰۔ شمع ہدایت (مولانا حشمت علی رضوی بریلوی)
۱۶۱۔ چراغ مجلس
۱۶۲۔ ایذان الاجر فی اذان القبر (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۱۶۳۔ تجلی الیقین بان نبینا سیّد المرسلین (اعلیٰ حضرت)
۱۶۴۔ الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ (اعلیٰ حضرت)
۱۶۵۔ الامن والعلیٰ لناعتی المصطفےٰ بدافع البلا (اعلیٰ حضرت)
۱۶۶۔ حق کا خنجر
۱۶۷۔ حیاتِ ذاکر
۱۶۸۔ توحید کے دشمنوں کی پہچان
۱۶۹۔ تذکرۂ حسنین
۱۷۰۔ راندیر میں سنّیوں کی فتح عجیب
۱۷۱۔ نور مدائح حضور
۱۷۲۔ جلی الصوت (امام احمد رضا)
۱۷۳۔ جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (اعلیٰ حضرت)
۱۷۴۔ نہایۃ البیان فی احکام العقیقہ والختان
۱۷۵۔ القلادہ الطیبہ المرصقہ
۱۷۶۔ تعلیم الفقہ
۱۷۷۔ شوکتِ اسلام (مولانا محمد میاں مارہروی)
۱۷۸۔ طرد المبتدعین
۱۷۹۔ اکمل التاریخ (مولانا محمد میاں مارہروی)
۱۸۰۔ خیر الکلام فی مسائل الصیام
۱۸۱۔ العضوب السنّیہ
۱۸۲۔ رموز خمریہ
۱۸۳۔ طیبہ کا چاند
۱۸۴۔ خطبہ صدارت (مولانا محمد میاں مارہروی)
۱۸۵۔ العذاب الاکبر
۱۸۶۔ نماز پڑھنے پڑھانے کا عمدہ طریقہ
۱۸۷۔ چہار انواع (حضور صاحب البرکات)
۱۸۸۔ سیف الجبّار (مولانا فضل رسول بدایونی)

۱۸۹۔ راحۃ القلوب
۱۹۰۔ برقِ ایمن (حکیم سلامت اللہ رضوی)
۱۹۱۔ کلام فائق (مولانا حشمت علی رضوی بریلوی)
۱۹۲۔ باغِ فردوس (مولانا سید ایوب علی بریلوی)
۱۹۳۔ اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد (امام احمد رضا)
۱۹۴۔ الادلۃ الطاعنۃ فی اذانِ الملاعنۃ
۱۹۵۔ معراج جسمانی
۱۹۶۔ شمشیر برہنہ (شاہ عبد العزیز دہلوی شاہ ولی اللہ دہلوی)
۱۹۷۔ نیل السعاد فی بیان مسائل الشہادۃ
۱۹۸۔ موت کا پیغام دیوبندی مولوی کے نام، مولانا سردار احمد فیصل آباد
۱۹۹۔ خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال (امام احمد رضا)
۲۰۰۔ بدر الانوار فی آداب الآثار (اعلیٰ حضرت)
۲۰۱۔ القطوف الدانیۃ فی حکم الجماعۃ الثانیۃ (اعلیٰ حضرت)
۲۰۲۔ تجلی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ (اعلیٰ حضرت)
۲۰۳۔ مشعلۃ الارشاد الیٰ حقوق الاولاد (اعلیٰ حضرت)
۲۰۴۔ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ (اعلیٰ حضرت)
۲۰۵۔ بذل الجوائز (امام احمد رضا)
۲۰۶۔ الہدایۃ المبارکۃ فی خلق الملائکۃ (اعلیٰ حضرت)
۲۰۷۔ کشف حقائق واسرار ودقائق (اعلیٰ حضرت)
۲۰۸۔ مختصر عقائد وہابیہ
۲۰۹۔ اشارۂ تلاوت
۲۱۰۔ ردیف یمانی
۲۱۱۔ الصوارم الہندیہ (مولانا حشمت علی لکھنوی)
۲۱۲۔ صمصام جدید بر کوئی بے قید عدد تقلید
۲۱۳۔ ابر المقال فی استحسان القبلۃ والاجلال (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا)
۲۱۴۔ شق القمر (اعلیٰ حضرت)
۲۱۵۔ جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان (اعلیٰ حضرت)
۲۱۶۔ الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز (اعلیٰ حضرت)
۲۱۷۔ عرفانِ شریعت مکمل (مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری)
۲۱۸۔ الاستمداد
۲۱۹۔ معراجِ شریعت
۲۲۰۔ المیلاد النبویہ (اعلیٰ حضرت)
۲۲۱۔ کنواں پاک کرنے کا نقشہ
۲۲۲۔ افازۃ جد الکرامہ، مولانا ابرار حسن تلہری
۲۲۳۔ فیض شاہ دو عالم
۲۲۴۔ فیض شہہ دو عالم
۲۲۵۔ حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان (اعلیٰ حضرت)
۲۲۶۔ مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرش (مولانا ظفر الدین بہاری)
۲۲۷۔ امتناع النظیر (مولانا فضل حق خیر آبادی)
۲۲۸۔ قہر واحد دیان بر ہمشیر بسط البنان
۲۲۹۔ نقشہ نعل پاک
۲۳۰۔ اسلامی عقائد با تصویر
۲۳۱۔ ضربِ قہاری
۲۳۲۔ تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ، (مولانا مصطفےٰ رضا نوری)
۲۳۳۔ بہارِ شریعت حصّۂ اوّل تا یازدہم، (مولانا امجد علی اعظمی)
۲۳۴۔ جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری (مولانا ظفر الدین)۔[۴]

حواشی

[۱] اراکین جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی: فہرست کتب جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی، ص ۲/م، قادری پریس، بریلی۔

[۲] اس سلسلے میں مولانا حسنین رضا خاں بریلوی کی بھی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا وہ پہلے فرد ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کی اشاعت کی خاطر حسنی پریس قائم کیا۔ مولانا نے مشکلات میں حسنی پریس لگایا وہ خود لکھتے ہیں: "کتب کی جن دشواریوں سے مجھے سابقہ پڑا ہے اس کا لطف کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ ان وجوہ نے مجھے مجبور کر دیا کہ پرچہ (الرضا) کی غرض سے ایک پریس کی اپنے نام سے اجازت لوں۔ بنابریں میں نے خدا کا نام لے کر ایک درخواست دیدی، اور کچھ دوڑ دھوپ کے بعد اس کی اجازت بھی مل گئی۔ میں بہت پہلے سے جانتا تھا کہ پریس کا کام ایک دردِ دوسری ہے۔ مگر میں نے پرچے کی ضرورتوں کے لحاظ سے اسے بھی برداشت کر لیا۔ مطبع حسنی محض الرضا کی طبع کی غرض سے قائم کیا گیا ہے۔" (ماہنامہ الرضا بریلی، ص۲۸، بابت ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/ء)

[۳] پمفلٹ بعنوان ایک آنہ فنڈ: اراکینِ جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی، م، چشتی پریس بریلی۔

[۴] اراکینِ جماعت: فہرستِ کتب جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی، ص ۲۔

(بقیہ صفحہ نمبر 44 پر ملاحظہ فرمائے)

ترجمۃ الفتوی وجہ ھدم البلوٰی (۱۳۱۷ھ)

امام احمد رضا محدث بریلوی

تحریک ندوۃ العلما کی تاریخ سے متعلق علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری کا مضمون معارف رضا مارچ ۲۰۱۱ء کے شمارے میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ندوہ کیا تھا؟ آسان الفاظ میں یوں سمجھیں کے اہلسنت اور بدمذہبوں کو ملا دینے کی ایک سازش تھی تاکہ اہلسنت کا تشخص ختم ہو جائے۔ تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی قیادت میں علما کی اکثریت نے اس تحریک کو ناکام بنا دیا۔ امام احمد رضا کی اس تجدیدی خدمت کی بنا پر پہلی مرتبہ ندوہ کے خلاف ہی ایک جلسے میں علما نے انکو مجدد کے لقب کا حقدار قرار دیا۔ امام احمد رضا اور علما اہلسنت نے ندوہ کے خلاف ایک سو سے زیادہ کتب تحریر کیں جن میں سب سے زیادہ معرکۃ لآرا کتاب "فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین" (۱۳۱۷ھ) ہے۔ چونکہ حق اور باطل کا فرق مٹا دینے کیلئے ایسی تحریکیں آج بھی چلائی جاتی ہیں لہذا ایسے غیر فطری اتحادوں اور صلح کلیت کا شرعی حکم جاننے کیلئے اس کتاب کا خلاصہ جو امام احمد رضا نے کتاب کے شروع میں تحریر کیا معارفِ رضا اپریل ۲۰۱۱ء میں پیش کیا گیا۔ ندوں سے متعلق احکامِ شرعی کی تفصیل کے لیے امام احمد رضا نے ۲۸ سوال ترتیب دیے اور ان کے تحقیقی جواب لکھے۔ پھر سوال و جواب کے اس مجموعے کو علمائے مکہ مکرمہ اور علمائے مدینہ منورہ کی تصدیق کے لیے حرمین شریفین بھیجا۔ اس مجموعے کا نام "فتوٰی مکہ لغت الندوۃ المند کہ" (۱۳۱۷ء) ہے بعد ازاں اس مجموعے کا اردو ترجمہ "ترجمہ الفتوٰی وجہ ھدم البلوٰی" (۱۳۱۷ء) کے نام سے کیا۔ سیاسیات اسلام کے لحاظ سے اہمیت کے پیشِ نظر اس ترجمہ کو یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

بسمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ؕ o

سب خوبیاں اللہ عزوجل کو جس نے ہمیں اہلِ سنّت وجماعت سے بنایا اور ہمارے دین کو ہر بدی وزشتی سے پاک فرمایا اور ہمیں حکم دیا کہ ان کجی و نافرمانی والوں سے جدائی جدائی جنہوں نے دین بیچ کر دنیا کمائی۔ تو نہ ان کی تجارت نفع لائی، نہ انہوں نے راہِ راست پائی۔ وہ خدا جس نے اپنی نصرت سے ہمیں دشمنانِ دین پر مدد بخشی اور ہماری تیغِ قلم کو مفسدوں کی گردن پر جگہ دی کہ ان کے اونچے اونچے ہمارے حضور سرنگوں رہ گئے تو اللہ ہی کے لیے حمد وثنا ہے اور اسی کی طرف زاری والتجا ہے اور درود و سلام مالکِ شفاعت پر اور ان کے آل و اصحاب اہلِ کمال فضیلت پر، وہ نبی کہ سچا دین اور سیدھی راہ لے کر آئے جو اسے نگاہ رکھے نجات پائے اور جو ہاتھ سے کھوئے ہلاکت میں جائے۔ وہ نبی جنہیں ان کے رب عزوجل نے بدبختوں پر غلبہ دیا جب دارالندوہ میں کافروں نے ان کے ساتھ داؤں کیا۔ تو اللہ نے کافروں کا بول نیچے ڈالا اور خدا ہی کا بول ہے بالا۔ انہیں نبی کے صدقے میں ہمیں مولٰے تعالٰے نے بدمذہبوں پر غلبہ دیا کہ ان کا گروہ حیران پریشان تتّر بتّر ہو گیا۔ اگرچہ خوب جماؤ لائے تھے اور بیدین نیچری اور ظالم رافضی، اور سرکش وہابی اور غیر مقلّد اور دین وسنت کے سارے معاند سب سے جوڑ کر لشکر بنائے تھے۔ بہت سراسیمہ فرار ہوئے اور مرتے کھپتے رم کر گئے۔ گونگے لب باندھے نقصان پائے دم سادھے۔ ان کی عقلیں دنگ رہیں اس لیے منہ پر مہریں ہوئیں اور ان کے بڑے بڑے پہاڑی بکرے مغلوب ہوئے تو بکریاں آپ ہی نوک دم گئیں۔ جیسے بھڑکے ہوئے گدھے جو شیر کو دیکھ کر بھاگے، گویا ان پر قیامت قائم ہو چکی۔ تو مجرم جماعت گھڑی بھر سے زائد نہ رُکی اور کہا گیا کہ ظالم لوگوں پر دھتکارا اور سب خوبیوں والا سراہا اللہ سارے جہان کا پروردگار، حمد ونعت کے بعد یہ کچھ فتوے ہیں کہ ان شہروں میں جن سے کام پڑے ہیں۔ یوں کہ فساد عام ہو گیا اور بے دینی نے ملک گھیر لیا سچا عقیدہ مردود اور سیدھا راستہ مسدود ہوا۔ لوگوں نے کچھ خدا گھڑ لیے جیسے میخوں والا فرعون، ہاں وہ خدا کون، ہر ظاہر کی نفسانی خواہش جسے نہ کوئی حصر کر سکے نہ شمار کی گنجائش جبکہ گمراہ لوگ گمراہی کی طرف بلانے والے۔ ہر ظالم تباہ برباد گروہ سے اکٹھے ہوئے۔ نیچریان دین شکن، رافضیان رفض فن، وہابیاں حق دشمن سب آپس میں صلح کر بیٹھے کہ فتنہ جگائیں اور بلا و آفت کی آگ بھڑکائیں جانتے تھے کہ اگر نرے وہی رہے تو شاید ہی ان کی بات سنی جائے۔ کچھ یوہیں سازو ہاتھ آئے، کہ ان کا حال تو رسوا بر ملا ہے ان کا ضلال سب پر کھلا ہے اس لیے انہوں نے حیلے کی ڈھال لی اور شکار کے واسطے گھات کی کہ اپنے آگے اپنے پیشوا کچھ احمق لوگ بنائے جو

مولویوں کے شمار میں آئے، حالانکہ خدا کی قسم نہ ان کے پاس وہ علم جو دین میں نفع پہنچائے، نہ ہی وہ دل جو حق کے حضور سر جھکائے، نہ وہ دین جو گمراہوں کے ساتھ چکنی چپڑی کرنے سے مانع آئے۔ نہ کسی ایسے علم میں تھمتی اصل نہ جمتی جڑ جو خبیث دواؤں کے وار سے بچائے نہ کبھی فقہ یا حدیث کی تحصیل میں سخت کوشش کے جوہر دکھائے اور اب چاؤ یہ اُٹھا کہ محفل میں صدر بنیں بلندی پائیں شہر و دیہات میں شہرت فضیلت کے ڈنکے بجائیں۔ عوام کے ہاتھ سے ٹکا ملنے کا بڑا اہتمام کہ یہی حد کی مراد یہی دُھر کا کام لہٰذا ایک مجلس جوڑی اور جھولیاں پھیلائیں سروں سے اونچی کرسیاں بچھائیں اب اونچے بیٹھے، اور اُبل کر اُمڈے اور بُھنا کھایا اور مزے کا چڑھایا اور بے محنت عطا پائی، فائدہ ملا، دُنیا ہاتھ آئی۔ تو اب دین پر خاک۔ مٹتا مٹ جائے انہیں کیا باک۔ باتیں وہ بنائیں کہ عوام کو قند سی بھائیں شیریں زبانی جسے میٹھے پانی مگر ظاہر پیار اور باطن دیکھو تو دکھ کی مار ظاہر صورت نیک بنائی اور تہ کے اندر گمراہی چھائی۔ بھوسی بیچیں اور گندم نمائی۔ سب گمراہوں کی مدح[1] سرائی سب کو بزرگ و معظم بتایا۔ ہر پاجی کا پاجی خطیب بنایا اور چاہا یہ کہ مذہب کی قید ہی اٹھادیں۔ اس گھاٹ چلیں کہ سب پانی ملادیں، لہٰذا ایک چلے کہ ہر سنّی و بدعتی، ہر رافضی و وہابی، سب اہلِ حق و ہدیٰ ہیں؛ سب اہلِ طہارت و تقویٰ ہیں۔[2] خلاف فقط فروع میں ہے، اصول میں سب ایک، سب کے مذہب پسندیدہ و نیک۔ ان میں جس کی اہانت کرو خدا و رسول کی اہانت ہو۔ کسی[3] مذہب کی حقیقت پر یقین ناروا ہے، یہاں تو فقط غالب گمان پر انتہا ہے؛ تو ان میں سے کسی پر رنج نہ چاہیے، نہ کسی مذہب پر طعن نہ کسی کا رَد کیجیے۔ یہ سن کر وہ سب طائفے اس مجلس والوں کے دوست ہوئے اور اندھے بہرے ہو کر ان پر جُھک گئے۔ نیچریوں[4] اور فاسق وہابیوں اور زیاں کار رافضیوں نے حد سے گزر کر ان کی تعریفیں گائیں، یہاں تک کہ اس جلسے کی حمایت کو مجلسیں جمائیں اور بے دین فاسق نیچریوں کے اکابر نے صاف لکھ دیا کہ ہمیں نَو برس سے ایک بڑا کام در پیش تھا۔ مسلمان نہ ہماری بات سنتے تھے، نہ ہمارے قدم پر قدم رکھتے۔ اب اس جلسے سے امید ہے کہ ہماری مراد برلائے گا اور ہمارا کام پورا کر دکھائے گا اور وہ کمینے اس جلسے والے نیچریوں کے یہ بیان اپنی کتابوں میں نقل کرلائے[5] اور اپنی محفلوں میں فخر کے ساتھ پڑھ سنائے پھر ان کی مکاری و گمراہ گری اور اونچی اڑان پر آئی۔ ہندوستان میں اخباروں، اشتہاروں وغیرہا میں یہ جھوٹی فریبی اشاعت کرائی (اور جب یہ لوگ تباہ وہالک ٹھیرے تو اس دروغ بے فروغ کا تعجب کس لیے؟)[6] کہ حرمین محترمین کے علما اور دونوں شہر عظیم کے عظما نے ہمارے اس جلسے کی مدح کی اور اس کی خوبی بلکہ ضرورت تسلیم کرلی مگر ناموں کی فہرست[7] لائے۔ پردہ کھل گیا جھوٹ چمک آئے۔ ان میں کوئی شخص عرب کا بھی نہ تھا، علمائے حرمین محترمین کجا۔ یہی کچھ اِدھر اُدھر کے آئے مجاور تھے۔ کچھ وہ اس سال حج کے لیے حاضر تھے۔ جن کا شمار بیس سے قاصر پھر ان کا عذر بھی واضح و ظاہر کہ ان سے جیسا سوال ہوا ویسا جواب دیا جلسے کے فسادوں فریبوں کو ان سے بیان نہ کیا اور بے شک اللہ عزوجل نے بلادِ ہند میں نورانی سنت کے خادموں کو توفیق دی کہ انہوں نے اس بھرے فتنے اور اندھی بلا اور اندھیری تاریکی کی خبر لی۔ انہوں نے بحمد اللہ ان جمے جتھوں کو بھگادیا اور ان پر عذاب کا کوڑا نازل کیا اور انہیں ہر امر میں مبہوت و متحیر کر دکھایا۔ نہ لب کھول سکے، نہ کچھ جواب بن آیا۔ جیسا کہ اس رسالے کے خطبے میں اس کا اشارہ گزرا جس سے نعمتِ الٰہی کا بیان اور عطائے وہاب کا شکر مقصود تھا۔ مگر بایں ہمہ بازاری ذلیل اور سرکش رذیل قوتِ ایمان سے خالی و بر کراں۔ ان پر گرے پڑتے ہیں جیسے آگ پر پنکھیاں اس لیے کہ ان کے پاس بوجھ ہلکے نظر آئے دین کی پابندی اٹھا دینے سے دوڑنے کے میدان وسیع پائے اور نفس تو آپ جانیں اسی طرف بہ شدت کھینچتا ہے کہ خواہش ہاتھ آئے اور بے نتھا بیل بنا کر چھوڑ دیا جائے۔ تو مجھے بحمد اللہ تعالیٰ اسلامی حمیت اور سنت کی حمایت اور گمراہوں کی مدافعت، اور فتنے کو زخمی و مقتول کرنے کی عزیمت نے ابھارا کہ اس کام میں آپ حضرات سے مدد لُوں۔ اے ہمارے بزرگ سردار و عظیم پیشواؤ جنہیں خوبی عطا ہوئی اور اس سے بھی افزوں، علمائے دو حرمِ معظم و دو شہر مکرم، اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو، تم فیوض و برکات کے ساتھ سلامت رہو، اس لیے کہ کام سنت واہلِ سنت پر سخت ہوگیا اور زمین کے ہر سخت و نرم سے بفضلِ خدا، دفعِ فتنہ کو، تمہیں ذخیرہ ہو۔ میں نے سوالوں میں اہلِ ندوہ سے جو اقوالِ باطلہ نقل کیے، آسانیِ اطلاع کو اس کے حاشیے پر ان کی کتابوں کے نام جن میں یہ اقوال ہیں مع

شمار صفحہ تحریر کر دیے۔ تو یہ ہیں ان کی کتابیں، ہمراہی فتوے میں، جہاں جہاں سے جو قول نقل کیے سہل مل جانے کو ان پر سرخی سے خطوط دیے تو میں نے اسے باڑھ کے کنارے پر رکھ دیا اور اس میں میرا ارادہ ان کے سب اقوال کا گھیر لینا نہ تھا۔ میں نے ان میں سے بہت چھوڑ دیے اور جو ابوں میں بھی گنتی ہی کے حرف تحریر کیے۔ اس لیے کہ بندۂ ضعیف نے بعد نمازِ صبح روزِ چار شنبہ شانزدہم شوال کو اس کا لکھنا شروع کیا اور اسی کے متصل جو شب پنجشنبہ ہفدھم شوال آئی اس کی صبح چمکنے سے پہلے بحمد اللہ تعالیٰ مسودہ مبیضہ سب ختم کر دیا۔

تو یہ بس بیس گھنٹے کا عمل تھا ۔۔۔ نماز اور کھانے کے وقت ان سے منہا
یہ توفیقِ خدا تھی صرف بیشک ۔۔۔ اسی کو حمد ہے دائم ابد تک
درودِ حق ہمیشہ مصطفیٰ پر ۔۔۔ ہمارے دینِ حق کے رہنما پر

یہ عجالہ آپ کے حضور اس امید پر پیش کیا جاتا ہے کہ اسے بہ نگاہِ کرم ملاحظہ فرمائیں: اور اپنی عظمت والی مہروں کے باعث مذہبِ اہلِ سنّت سے فتنہ و بلا کو ہٹائیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو ہمیشہ فیض رساں بنائے اور آپ کی برکتوں سے ہم کو حصہ پہنچائے۔ آمین۔ اور ہر حمد کا مستحق اللہ رب العالمین اور درود و سلام تمام انبیا کے سردار محمد اور ان کے آل و اصحاب پر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم اللہ کی حمد کرتے اور اس کے رسولِ کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ الٰہی درود و سلام و برکت نازل فرما ہمارے سردار ہمارے مولیٰ محمد اور ان کے آل و اصحاب اور ان کی سنت والوں اور ان کے سارے گروہ پر ان مسائل میں آپ کا کیا ارشاد ہے، آپ کی فضیلت و فزونی ہمیشہ رہے۔

سوالِ اوّل

ہندوستان میں ایک نیا فرقہ نکلا جسے نیچری کہتے ہیں۔ ان کا زعم ہے کہ نہ جبریل ہے، نہ فرشتہ، نہ جن، نہ شیطان، نہ آسمان، نہ معراج، نہ بہشت، نہ دوزخ، نہ بدنوں کا قیامت میں اٹھنا۔ جن معنوں میں ہر مسلمان ان اشیا کو جانتے ہیں یہ فرقہ ان سب کو باطنیہ کی طرز پر اور معنٰی کی طرف پھیرتا اور بکتا ہے کہ اس کا رب عادتوں کے خلاف پر قادر نہیں اسی لیے اسے سب معجزوں سے انکار ہے۔ ان میں وہ گڑھت کرتا ہے جو انہیں امورِ عادت کے موافق بنادے اور کہتا ہے کہ جہاد میں مشرکوں کو غلام بنانا حرام اور وحشیوں کا ظالمانہ کام ہے جو شریعت یہ حکم لائی ہو وہ اللہ کی طرف سے نہیں۔ یہ فرقہ حدیث و تفسیر کی سب کتابوں کو جھٹلاتا ہے اس گمان پر کہ یہ سب باتیں عالموں نے اپنے ذہن سے پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی دلیل نہ اتاری۔ صرف قرآن سچا ہے۔ وہ بھی ان معانی پر جن کی طرف یہ پھیرتے ہیں، نہ ان پر جو مسلمانوں کو تواتر سے پہنچے اور اسی قسم کی اور بیہودہ باتیں بکتے ہیں۔ آیا یہ فرقہ مسلمانوں اور اہلِ قبلہ سے شمار ہوگا؟ اس لیے کہ وہ زبانی ادعائے اسلام اور کلمۂ شہادت و قبلۂ مسلمانان کا اقرار رکھتا بلکہ یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ سچے مسلمان وہی ہیں اور خالصِ اسلام انہی کا یہ ساختہ دین ہے یا کافر اور اللہ عزوجل کا منکر سمجھا جائے گا اور اپنی ان بناوٹوں سے کچھ نفع نہ پائے گا۔ ہمیں فائدہ دیجیے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

الجواب

ہَیں ہَیں خدا کی قسم نیچریہ کو اسلام سے کچھ علاقہ نہیں۔ وہ تو نہایت گندے کافر مرتد ہیں کہ ضروریاتِ دین کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا کلمۂ شہادت پڑھنا یا قبلۂ مسلمانان کو ماننا انہیں اہلِ قبلہ و مسلمان جاننے کے لیے کافی نہیں۔ ضروریاتِ دین میں تاویل نہیں سنی جاتی نہ فریبی لائے نہ بھوک میں کام آئے جیسا کہ علما نے کتبِ عقائد و فقہ وغیرہا میں تصریح فرمائی اور اللہ ہادی ہے۔

دوم

اگر آپ فرمائیں کہ نیچری کافر ہیں تو اب اس شخص کا کیا حکم ہوگا جو ان کے مذہب سے آگاہ ہو کر پھر انہیں مسلمان کہے اور انہیں[۸] "نامور اہل الرائے مسلمان بتائے" اور جو اکابر نیچریہ کی بڑی بڑی دینی تعریفوں سے مدح کرے کہ "[۹](فلاں) فرد یکتا تصانیف کی جس کی ممنون دنیا اور اہلِ کمالات (فلاں) ہوئی ختم اب جن پہ شیریں مقالی (فلان)[۱۰]نکتہ پرور جو لیتے ہیں اسلام کی جانب اکثر" وغیرہ وغیرہ اور ان کا حکم ہے جو ان تعریفوں کی اجازت[۱۱] دیتے اور برَملا جلسے میں پڑھتے اور چھاپ کر شائع کرتے اور ان کے[۱۲] قائل کو لائق و ہمدرد بزرگان اسلام لکھتے اور اس کے اس کلام کی جو ان کلماتِ مخالفۂ دین پر مشتمل تھا مدح کرتے ہیں۔

الجواب

جو ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہے وہ کافر اور جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر جیسا کہ بزازیہ و در مختار وغیرہا روشن کتابوں میں تصریح فرمائی شفاء امام قاضی عیاض وروضۂ امام نووی واعلام امام ابن حجر مکی میں ہے "اجماع ہے اس کے کفر پر جو کسی نصرانی یا یہودی یا کسی ایسے شخص کو جو مسلمان کے دین سے جدا ہو کافر نہ کہے یا انہیں کافر کہنے میں توقف یا شک کرے" تو اس کا کیا پوچھنا جو ایسے شخص کے عقیدۂ کفری پر آگاہ ہو کر اسے مسلمان کہے پھر اس کا تو کیا ذکر جو دینی جلیل وفاخر تعریفوں سے اس کی مدح کرے اور یہیں سے اس کا حکم بھی ظاہر ہو گیا جس نے اسے قائل کو بزرگانِ اسلام سے گنا اور اس کے کلام کا جو ایسے بڑے کفریات پر مشتمل تھا شنا گو ہوا۔ رہی اجازت اور پڑھنا اور شائع کرنا یہ سب رضا مندی کی دلیل ہیں اور کفر پر رضا مندی کفر ہے جیسا کہ ائمۂ دین تصریح فرما چکے۔ یعنی اسے پسند کرنے کے معنی پر جو یہاں ظاہر ہے، نہ اس معنی پر کہ اپنے دشمن کا فر کا کفر پر رہنا چاہے تا کہ وہ اپنے کام کا عذاب چکھے کہ یہ تو سخت برا جاننے سے پیدا ہوتا ہے تو یہاں یہ آیت وارد نہیں "کہ وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ دردناک مار دیکھیں جیسا کہ مخفی نہیں۔"

سوم

"رافضیوں کا کیا حکم ہے"

الجواب

رافضی اگر امیر المومنین علی کو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تفضیل دے تو بد مذہب ہے جیسا کہ خلاصہ و عالمگیری وغیرہما میں ہے اور اگر شیخین یا ان میں ایک کی خلافت کا منکر ہو تو فقہا اسے کافر کہتے ہیں اور متکلمین صرف بد مذہب بتاتے ہیں اور اس قول میں احتیاط زیادہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ پر کوئی حکم دے کر پشیمان ہونے کا گمان کرے یا یہ کہ قرآنِ موجود ناقص ہے اس میں صحابہ خواہ کسی اور نے تحریف کر دی یا یہ کہ امیر المؤمنین خواہ ائمۂ طاہرین سے کسی کو اللہ عزوجل کے نزدیک انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والسلام سے افضل بتائے جیسا کہ ہمارے ملک کے رافضی صاف صاف کہتے ہیں اور ہمارے زمانے میں ان کے مجتہد نے اس کی تصریح کر دی تو وہ یقیناً کافر ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو مرتدوں کا ہے جیسا کہ عالمگیری میں فتاوٰے ظہیریہ سے اور حدیقہ ندیہ وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ" میں ذکر کی۔

چہارم

اس کا کیا حکم ہے جو [؟] رافضیوں کے اکابر کی یوں تعریف کرے کہ علم کے ستارے ملے "عالموں میں جنہیں خُور کے درجے شرف جن سے حاصل ہوا (شہر) کو فخر دوران" اور ان کے سوا اور بڑی تعریفیں اور ان کا حکم کیا ہے جو ان کی اجازت دیں، پڑھیں وغیرہ وغیرہ امور مذکورۂ سوالِ دوم۔

الجواب

اگر وہ رافضی ان میں سے ہیں جن پر مرتد ہونے کا حکم ہے اور یہ مدح کرنے والا اس سے آگاہ تھا جب تو ہم اس کا حکم بیان کر چکے کہ اس حالت میں یہ بھی انہی کی طرح کافر و مرتد ہے، ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ یہ تعریفیں ہر شنیع بات سے بڑھ کر ہر قبیح چیز سے بدتر ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبہ میں اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا اور اس کے سبب عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے اور بیہقی کی ایک روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے بیشک اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے جب زمین میں فاسق کی مدح کی جاتی ہے۔ رہی اجازت اور باقی دلائلِ رضا مندی تو ہر بدبات پر راضی ہونا اسی کی طرح بد ہے۔

پنجم

"وہابیہ اور جو ان میں امکانِ کذبِ الٰہی کے قائل میں انکا کیا حکم ہے"

الجواب

کذب عیب ہے اور وہ باجماع مسلمین اللہ تعالےٰ پر محال ہے۔ اس مسئلے پر کلامِ مفصل ہم نے رسالہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" میں ذکر کیا اور اس میں ائمۂ علم عقائد وغیر ہم کے بہت نصوص نقل کیے، جن میں صاف تصریح ہے کہ کذبِ الٰہی محال ہے اور اس کے ناممکن ہونے پر اجماع ہے۔ وہابیہ ایک گمراہ طائفہ ہے کہ

عرب و عجم میں جس کی گمراہی ثابت کرنے میں کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ازاں جملہ علمِ حدیث میں ہمارے استاذ ہمارے سردار علامہ احمد زین دحلان مکّی قدس سرہ الملکی کی کتاب "درر سنیہ فی الرد علی الوہابیہ" اور مختصر وخوب تربات کہ وہابیہ کے حق میں کہی گئی وہ ہے جو مفتیِ مدینۂ طیبہ مولانا ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ وہابیہ پر شیطان نے غلبہ کرکے انہیں خدا کی یاد بھلائی وہ شیطان کے گروہ ہیں سن لو شیطان کے گروہ ہی زیاں کار ہیں۔

ششم

ہمارے زمانے میں اس ظالم گروہ کا کیا حکم ہے جسے غیر مقلدین کہتے ہیں یہ لوگ چاروں اماموں سے کسی کی پیروی نہیں کرتے۔ تقلید کے منکر ہیں اپنا نام اہلِ حدیث رکھتے اور زعم کرتے ہیں کہ ہمارا فقط حدیث پر عمل ہے یہاں تک کہ ان میں ہر جاہل ناخواندے کا یہی دعویٰ ہے جو نہ لاغر و فربہ میں تمیز کرسکے نہ چپ وراست کو پہچانے اور وہ جو ان میں اپنے آپ کو علما کہتے ہیں ان کے پاس بس اسی قدر علم ہے جیسا آج کل ایک طالب علم کے پاس بلکہ بعض طالب العلم ان میں بہت پر فضیلت رکھتے ہیں پھر بھلا درجۂ اجتہاد تک پہنچنا کجا۔

الجواب

سید علاّمہ احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں نقل فرماتے ہیں کہ "جو شخص جمہور اہلِ فقہ و علم اور بڑی جماعت سے الگ ہوا وہ ایسی چیز میں الگ ہوا جو اسے جہنم میں لے جائے گی تو اے گروہِ مسلماناں تم پر نجات پانے والے گروہِ اہلِ سنّت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ونگہبانی و توفیق اہلِ سنّت کی موافقت میں ہے اور اللہ عزوجل کا چھوڑ دینا اور اس کا غضب اس کی ناراضی اہلِ سنّت کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ آج چار مذہبوں میں جمع ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اب جو ان چار سے باہر ہے وہ بدعتی جہنمی ہے۔" امام اجل سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "بے شک حدیث گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدین کو" جیسا کہ امام ابنِ حاج مکی نے مدخل میں نقل فرمایا اور ہم نے اس طائفے پر قیامتِ کبریٰ قائم کی ہے اپنے بہت رسائل و فتاوے میں جو ہمارے مجموعہ "البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ" میں مندرج ہیں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔

ہفتم

"ان کا کیا حکم ہے جو ان غیر مقلدوں کو اہلِ سنّت[۱۴] بلکہ[۱۵] پرہیزگارانِ اہلِ سنّت سے گنتے اور "ان کے اختلاف کو نہایت خفیف اختلاف جانتے ہیں کہ وہ[۱۶] اختلاف ایسا ہے جیسا کہ حنفی شافعی مالکی حنبلی کے آپس میں، یہ[۱۷] اختلافات سراسر مفید ہیں، مذہب[۱۸] اسلام کے معین و مددگار ہیں۔ ان سے بنائے اسلام قائم ہے۔ ان سے اسلام کی ادق تحقیقات اور ذوق اور عرفانِ الٰہی مرتب ہے اور کہتے[۱۹] ہیں کہ خداوند کے نزدیک سب یکساں ہیں۔ چاہے شافعی ہو، چاہے حنفی، چاہے غیر مقلد۔ غیر مقلد[۲۰] ہمارے عینی بھائی ہیں مقلدین[۲۱] دل سے ان کا احترام فرمائیں کیونکہ عمل بالحدیث اس حالت میں کہ درجہ اجتہاد کا حاصل نہ ہو مغلوب المحبّۃ لوگوں کا کام ہے۔" چنانچہ حضرتِ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک وقت سے دوسرے وقت کے لیے مال رکھنے کو آیۂ یکنزون میں داخل فرماتے اور ان کا کیا حکم ہے جو ان باتوں کو قبول کرتے اجازت دیتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا کیا یہ لوگ ہم میں سے گنے جائیں گے؟

الجواب

ہَیں ہَیں بلکہ انہی غیر مقلدوں میں سے ہیں اور ان کی یہ زٹلیں سب جھوٹی ہیں اور بدمذہب کا احترام کیوں کر جائز ہو حالانکہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "جو کسی بدمذہب کی طرف اس کی توقیر کرنے کو چلے اس نے اسلام کے ڈھانے میں اعانت کی" اور اس کے سوا اور حدیثیں اور تقلید چھوڑ کر حدیث پر عمل جب کہ رتبۂ اجتہاد حاصل نہ ہو، دین میں گمراہی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلنا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا اور بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے علم والوں سے پوچھو اگر خود نہ جانتے ہو اور نبی ﷺ نے فرمایا "کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہی ہے۔" یہ حدیث ابوداود وغیرہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ تو ان کلمات کے کہنے والے اور قبول کرنے والے سب غیر مقلدوں کے گُر گے ہیں اور صریح گمراہی میں ان کے شریک۔

ہشتم

ہندوستان میں دو سال سے ایک گمراہ طائفہ اُچھلا جس نے ایک انجمن

اس زعم پر قائم کی کہ اس سے غرض دین کی بلندی اور مسلمانوں کی درستی ہے اس کا نام ندوۃ العلمار کھا اور اس میں گھال میل علی غول ہر مذہب کے جوڑے۔ رافضی[۲۲] اور وہابی[۲۳] اور نیچری[۲۴] اور غیر مقلد[۲۵] اور ان سب کو مع بعض اہلِ سنّت کے اراکینِ مجلس و منتظمانِ دین قرار دیا اور انہیں اونچے چبوترے پر جو خاص علمائے دین کے لیے بنایا اور تختِ علما اس کا نام رکھا تھا عام مسلمانوں سے اونچا تعظیم و توقیر وطاعت و تکریم کے ساتھ بٹھایا آیا یہ جائز ہے؟

الجواب

یہ شرع میں حرام اور دین میں گمراہی اور کمزور مسلمانوں کے مذہب کی بدخواہی ہے کہ وہ جب بدعت کے مُلّوں کو سنت کے علما کے ساتھ ملا جُلا مسلمانوں سے بلند تخت علماءِ دین پر جما ہوا دیکھیں گے اس سے دلوں میں ان کی عظمت اور نگاہوں میں ان کی وقعت پیدا ہو گی اور یہ خود حرام ہے کہ شرعِ مطہر نے ہمیں بدمذہبوں کی توہین کا حکم دیا ہے اور ان کی تعظیم ہم پر حرام فرمائی ہے علما کتب عقائد مثل شرح مقاصد وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ "بدمذہب کا حکم اس سے بغض رکھنا، اسے ذلت دینا، اس کا رد کرنا، اسے دور ہانکنا ہے" پھر جب دل ان کی عظمت سے بھر جائیں گے ان کی طرف میل کریں گے اور ان کی بات پر کان رکھیں گے اس سے انہیں وسوسے ڈالنے اور اپنے چھپے مکر دلوں میں پیرا دینے کا موقع ہاتھ آئے گا اب کچھ دیر جاتی ہے کہ یہ عوام گمراہ ہو جائیں گے اور انہیں گمراہ نہ کیا مگر ان بدمذہبوں کی تعریف کرنے والوں نے پھر کاش میں کسی طرح جانتا کہ دین کا کام ان کے ہاتھوں کیوں کر بنا جنھوں نے اپنا دین پارہ پارہ کر ڈالا اور اہلِ حق سے جدا الگ الگ گروہ ہوگئے۔ وہ بکا کریں کہ ہم بنانے والے ہیں، ہاں ہاں وہی بگاڑنے والے ہیں پر انہیں خبر نہیں۔ یہ کھلی گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

نہم

ندوے نے اپنے ان مقاصد سے جن کے اجرا کو قائم ہوئی ایک مقصد مسلمانوں کے سب فرقوں سُنّی و بدمذہب سے نزاع[۲۶] اٹھا دینا رکھا ہے اور[۲۷] سخت تاکید کی ہے کہ کوئی کسی کی کوئی بات کوئی عقیدہ رد نہ کرے اور حکم دیا ہے کہ[۲۸] "مناظرہ ایک قلم بند ہونا چاہیے۔ علما[۲۹] خود پابندی فرمائیں کہ پھر کسی مسئلۂ مختلف فیہا میں تحریر تقریر نہ فرمائیں اور اپنے تلامذہ کو ہمیشہ روکیں" اور زعم کیا ہے کہ "یہ بے کار[۳۰] تُوتُو مَیں مَیں اور سر پھٹول اور[۳۱] جوشِ نفسانیت سے ناشی اور خودکشی ہے" آیا یہ حق و ہدایت ہے یا گمراہی و ضلالت؟

الجواب

بدمذہبیاں جب شائع ہوں تو ان کا رد اور ان کے فساد کی تشہیر اور ان کی قباحتوں کا اظہار باجماعِ امتِ دین متین کے بہت ضروری فرائض سے ہے۔ سلف و خلف سب آج کے دن تک اسی طریقے پر گزرے تو جو سب کو اس کے ترک کی طرف بلائے اس نے اجماعِ امت توڑا اور جماعت کو چھوڑا اور بدعت و اہلِ بدعت سے پیار نباہا اور سنّت و اہلِ سنّت کا بُرا چاہا، امر شرعی سے روکا، نامشروع بات کا حکم بتایا اور لوگوں کو حضرت عزت جلالہ کی لعنت کی طرف بلایا۔ امام ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ میں فرماتے ہیں "واضح ہو کہ اس تالیف پر میرے لیے باعث و سبب اگرچہ میرا ہاتھ یہاں کے حقائق سے کوتاہ ہے وہ حدیث ہوئی جو خطیب بغدادی نے جامع میں اور ان کے سوا اور محدثین نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔" رہا ندوے کا اسے جوشِ نفسانیت سے ناشی اور خودکشی بتانا، یہ اللہ عزوجل پر افترا اٹھانا، اور ائمۂ دین پر منہ آنا، اور سنت و جماعت سے نکل جانا اور ایک فرض مہم کو حرام ٹھہرانا ہے۔

دہم

ندوے نے اپنا سب میں بڑا مقصد تمام اہلِ قبلہ سنّی و غیر سنّی میں میل کرانا رکھا ہے اور ان کے خاص[۳۲] و عام سب کو اس طرف بلایا کہ "ملے جلے رہیں۔ سب مذہب کے مسلمان ایک ہی بنے رہیں۔[۳۳] باہم شیر و شکر ہوں، ایک[۳۴] دل ہو جائیں۔ سب کلمہ گو مثل[۳۵] اعضائے شخص واحد کے دردمند ہو جائیں۔" اپنے[۳۶] اپنے مذہب پر دیانۃً قائم رہنے کے ساتھ اور کہا کہ "ہر[۳۷] وہ شخص جو بلا اکراہ اللہ و رسول کو مانتا ہے وہ بے شک مسلمان بھائی ہے کسے باشد"۔ نبی ﷺ کے ارشاد میں کہ "سب[۳۸] اللہ کے بندے آپس میں بھائی ہو جاؤ" اسی کا حکم ہے "کسی[۳۹] امر میں باہم رنج و اختلاف نہ چاہیے۔ اتحاد[۴۰] باہمی کی

فرضیت کو پیشِ نظر رکھنا۔ وہ نہ ہو تو اسلام کی دینی اور دنیوی برکات سے آپ کسی حصے کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ نہ نماز روزہ، نہ کوئی طاعت قبول ہوسکے۔ آپس میں محبت نہیں تو ایمان ندارد اور جنت سے کیا سروکار۔ اہلِ اسلام ہند سے سب گناہ معاف ہوسکتے ہیں لیکن یہ نا اتفاقی اور عداوتِ باہمی کا گناہ معاف نہ ہوگا۔"

الجواب

یہ تمام کمال شرعِ مطہر سے ضد باندھنا اور مسلمانوں کو ضرر پہنچانا، اور لوگوں کو صریح ضلالت کی طرف بلانا ہے "اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس پلٹے پر پلٹا کھائیں گے۔" متواتر حدیثیں اور ائمۂ سلف وخلف کے اقوال آئے ہیں کہ بد مذہبوں سے میل جول منع ہے اور ان سے دور رہنا واجب۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی ﷺ نے فرمایا "ان سے الگ رہو انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں بہکانہ دیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالدیں۔" ابوداؤد کی حدیث میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے نبی ﷺ نے فرمایا "وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو۔" ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر اور بڑھایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جب انہیں ملو تو سلام نہ کرو۔" عقیلی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی نبی ﷺ نے فرمایا "ان کے پاس نہ بیٹھو، ساتھ پانی نہ پیو، ساتھ کھانا نہ کھاؤ، شادی بیاہت نہ کرو۔" ابن حبان نے انہیں کی روایت سے زائد کیا "ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔" دیلمی نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی نبی ﷺ نے فرمایا "میں ان سے بیزار ہوں، وہ مجھ سے بے علاقہ ہیں۔ ان پر جہاد ایسا ہے جیسا کافران ترک و دیلم پر۔" سلفی نے انتخاب حدیث القراء میں امام جعفر صادق سے روایت کی کہ مجھ سے میرے باپ امام باقر نے اپنے باپ امام زین العابدین انہوں نے اپنے والد امام حسین انہوں نے اپنے والد مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوامامۂ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرماتے سنا کہ "کسی قدری یا مرجی یا خارجی کے پاس نہ بیٹھو۔ یہ لوگ دین کو اوندھا کرتے ہیں جیسے برتن اوندھا یا جاتا ہے اور اُبل کر حد سے گزر جاتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ گزر گئے۔" ابنِ عساکر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی ﷺ فرماتے ہیں "جب کسی بد مذہب کو دیکھو تو اس کے برُو اس سے ترش روئی کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر بد مذہب کو دشمن رکھتا ہے ان میں کوئی پُل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹیڑی اور مکھیاں گرتی ہیں۔" امام احمد و ابوداؤد و حاکم حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی ﷺ نے فرمایا "قدریوں کے پاس نہ بیٹھو، اور ان سے ابتدا بسلام نہ کرو یا انہیں کسی معاملے میں پنچ نہ بناؤ۔" نیز احمد و ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ حضرت ابن مسعود اور طبرانی حضرتِ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی نبی ﷺ نے فرمایا "جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے علما نے انہیں منع کیا وہ باز نہ آئے اب یہ علما ان کے جلسوں میں شریک ہوئے ان کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ رہے تو اللہ عزوجل نے ان کے دل ایک دوسرے پر مارے" (یعنی پاس بیٹھنے سے بدی کا اثر ان عالموں کے دلوں پر بھی دوڑ گیا) "اللہ عزوجل نے داود و عیسٰی بن مریم کی زبانی ان سب پر لعنت فرمائی۔ یہ بدلہ تھا ان کی نافرنیوں اور حد سے بڑھنے کا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم عذاب سے نجات نہ پاؤ گے جب تک انہیں حق کی طرف خوب نہ جھکالاؤ۔" ترمذی وابوداؤد، دوابن ماجہ بروایتِ نافع حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ "ان کے پاس ایک شخص نے آکر کہا فلاں آپ کو سلام کہتا ہے فرمایا مجھے خبر پہنچی کہ اس نے کچھ بد مذہبی ایجاد کی ہے۔ ایسا ہو تو میرا اسلام اسے نہ کہنا۔" دارمی نے ابو قلابہ اور حسن بصری و محمد بن سیرین سے روایت کی ان سب نے فرمایا "بد مذہبوں کے پاس نہ بیٹھو۔" ایوب سختیانی سے روایت کی "مجھے سعید بن جبیر نے طلق بن حبیب کے پاس بیٹھا دیکھا، فرمایا کیا میں نے تمہیں طلق کے پاس بیٹھے نہ دیکھا؟ اس کے پاس نہ بیٹھنا۔" اسما بن عبید سے روایت کی "دو بد مذہب امام ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی "اے ابو بکر ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں۔" فرمایا "نہ۔" عرض کی "کوئی آیت قرآنِ مجید کی پڑھیں" فرمایا "نہ۔" یا تو تم اٹھ جاؤ یا میں چلا جاؤں گا۔" آخر وہ دونوں نکل گئے۔ کسی نے کہا "اے ابو بکر آپکا کیا حرج تھا اگر وہ کوئی آیت قرآنِ مجید کی پڑھ دیتے؟" فرمایا "میں ڈرا کہ وہ آیت پڑھ کر اس کے معنٰی میں کچھ تحریف کریں اور میرے دل میں جگہ

کرلے۔" سلام بن ابی مطیع سے روایت کی ایک بدمذہب نے ایوب سختیانی سے کہا "اے ابو بکر میں آپ سے ایک لفظ پوچھنا چاہتا ہوں۔" امام نے فوراً اس سے روگردانی فرمائی اور یہ فرماتے ہوئے چلے گئے کہ "آدھا لفظ بھی نہیں۔" سعید نے ہمیں سیدھی چھنگلیا سے اشارہ کرکے بتایا" کلثوم بن جبر سے روایت "کی کسی نے سعید بن جبیر سے کچھ پوچھا امام نے جواب نہ دیا اس کا سبب پوچھا گیا فرمایا مِنہُم ہے" (یعنی بدمذہبوں میں کا ہے) امام محمد باقر سے روایت کی کہ فرمایا "ان جھگڑالوؤں کے پاس نہ بیٹھو یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن میں فرمایا کہ خدا کی آیتوں میں بے جا خوض کرتے ہیں۔" امام ابنِ حجر مکی نے شرح مشکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث مذکور کی شرح میں کہ "اسے میرا سلام نہ کہنا" بیان فرمایا "یہ اس لیے کہ ہمیں بدمذہبوں سے قطع کردینے کا حکم ہے۔" مرقاۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے کہ "قدریوں کے پاس نہ بیٹھو" تحریر فرمایا "اس لیے کہ غیر مذہب والوں کے پاس بیٹھنا انتہا درجے کی ہلاکی اور کمال زیاں کاری کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔" غنیۃ الطالبین شریف میں ہے "بدمذہبوں کے پاس جاکر ان کی گنتی نہ بڑھائے، ان کے پاس نہ پھٹکے، ان پر سلام نہ کرے کہ ہمارے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بدمذہب کو سلام کرنا اسے دوست بنانا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "آپس میں سلام کا رواج دو باہم دوست ہو جاؤ گے بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھے ان کے نزدیک نہ جائے عیدوں اور خوشی کے وقتوں میں انہیں مبارکباد نہ دے مرجائیں تو ان پر نماز نہ پڑھے ان کا ذکر آئے تو ان کے لیے دعائے رحمت نہ کرے بلکہ ان سے جدا رہے اور اللہ کے واسطے ان سے دشمنی رکھے اس اعتقاد کے ساتھ کہ ان کا مذہب باطل ہے اور اس جدائی اور عداوت میں ثوابِ عظیم واجرِ کثیر کی امید رکھے۔" فضیل بن عیاض نے فرمایا "جو کسی بدمذہب سے محبت رکھے اس کے عمل حبط ہو جائیں اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکل جائے اور جب اللہ تعالیٰ پانے کسی بندے کو جانے کہ وہ بدمذہب سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ اس کے گناہ بخشدے اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں۔ جب کسی بدمذہب کو راہ میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ ہولو۔" شرعۃ الاسلام میں ہے "سلف صالح کا طریقہ بدمذہبوں سے کنارہ کشی ہے

اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گمراہوں، بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو کہ ان کی بلا کھجلی کی طرح اُڑ کر لگتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدریہ کو ابتداءً بہ سلام اور ان کی بیمار پُرسی اور جنازے پر جانا اور بدمذہبوں کی بات سننا منع فرمایا۔ جہاں تک سخت بات سے ہو سکے انہیں جھڑکے اور جس قدر ذلیل کرسکے انہیں کرے کہ حدیث میں ہے جو کسی بدمذہب کو جھڑکے اللہ تعالیٰ اس کا دل امن ایمان سے بھر دے اور جو کسی بدمذہب کی تذلیل کرے اسے روز قیامت اس بڑی گھبراہٹ سے امان بخشے۔" ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے "گمراہوں بدمذہبوں سے ترکِ سلام وکلام ہمیشہ ہے کتنی ہی مدت گزر جائے جب تک ان کی توبہ اور حق کی طرف پھرنا ظاہر نہ ہو۔" بندۂ ضعیف خاص اس مسئلے میں آج کل ایک رسالہ جمع کرنے میں ہے۔ خدا نے چاہا تو عنقریب اس میں قرآن و حدیث وارشاداتِ ائمہ سے وہ دلائل دیکھو گے جن میں آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی شِفا ہے۔ جب بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کا یہ حکم ہو تو ان کی محبت کا کیا حال ہو گا۔ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متواتر حدیث میں فرماتے ہیں "آدمی جس سے محبت رکھے گا اسی کے ساتھ ہو گا۔" نسائی وغیرہ نے متعدد حدیثوں میں مولیٰ علی وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ "جو شخص کسی قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ان کے ساتھ کر دے گا۔" ضیا مختارہ اور طبرانی کبیر میں ابو قرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو کسی قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے انہی کے گروہ میں اٹھائے گا۔" ابوداؤد وترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو کسی سے دیکھ بھال کر دوستی کرو۔" ہم نے ان حدیثوں اور اس مضمون کی اور احادیث کی روایات بہ تفصیل اپنے رسالہ "فیح النسرین بجواب الاسئلۃ العشرین" میں ذکر کیں۔ الحاصل یہ مقصدِ ندوہ شیطان لعین کا مقصد ہے کہ اس کے سبب کمزور مسلمانوں کو گمراہ کر دے۔ رہا اسے خدا کی طرف سے فرض ٹھہرانا یہ اس کہنے والے کا اپنے دل سے نئی شریعت نکالنا ہے اور اس کے بغیر کسی طاعت کے قبول، کسی برکت کے حصول کو محال بتانا اللہ عزوجل پر جھوٹ باندھنا بہتان اٹھانا ہے۔ پھر بدمذہبوں سے مخالفت وعداوت

اگر بالفرض گناہ بھی ہوتی تو یہ یقین کرنا کہ اس کی بخشش نہ ہو گی بلکہ یہ کہنا کہ اس کی بخشش ممکن نہیں کہ قائل نے اسے امکان ہی سے استثنا کیا تھا یہ احاطۂ سنت وجماعت سے صریح نکل جانا اور خارجیوں اور معتزلیوں کے گروہ میں کھلی فضیحت کے ساتھ درآنا۔ سچے عقیدوں اور قرآنِ مجید کی آیتوں کو صاف جھٹلایا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخشد یتا ہے'' اور فرماتا ہے ''بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔'' رہی وہ حدیث کہ ''اللہ کے بندو سب آپس میں بھائی ہو جاؤ''، اس کا مطلب جیسا کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ارشاد فرمایا یہ ہے کہ ''وہ بات حاصل کرو جس سے آپس میں بھائی ہو جاؤ'' تو حاصل اس کا بد مذہبوں کو حکم فرمانا ہے کہ بد مذہبی چھوڑ کر عقیدۂ اہلِ سنّت قبول کریں جس کے سبب اہلِ حق کے بھائی ہو جائیں نہ یہ کہ وہ اپنی بد مذہبیوں پر قائم رہیں اور اہلِ حق کو حکم ہو کہ ان سے بھائی چارہ کرو یہ تو نِری کھلی گمراہی ہے۔

یازدھم

اس مقولے کا قائل کہ ''نااتفاقی کے سوا ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے'' ایک شخص تھا جس نے ختمِ نبوت کے نئے معنیٰ تراشنے میں ایک [۴۵] رسالہ لکھا اس میں خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء ہونے کو باطل کیا اور کہا ''عوام کے خیال میں تو [۴۶] رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخرِ زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں وٰلکن رسول اللہ وخاتم النبیین [۴۷] فرمانا کیوں کر صحیح ہو سکتا، بلکہ موصوف [۴۸] بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اسی [۴۹] طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے۔ آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض [۵۰] بایں معنیٰ جو میں نے عرض کیا آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض [۵۱] بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے'' اور اسے اس پر باعث اپنی اس بات کا بنانا ہوا جو اس نے اسی رسالے میں زعم کی کہ اثر ابنِ عباس فی کل ارض نبی کنبیکم صحیح ومقبول ہے اور اس سے یہی معنیٰ مراد ہیں جو ظاہر لفظ سے مفہوم ہیں اور تاویلیں جو ائمۂ کرام مثلاً سخاوی و سیوطی وقسطلانی وغیرہم نے ذکر کیں سب مردود ونا مقبول ہیں اور اس نے اپنا یہ رسالہ چھاپا اور شائع کیا اور اس پر علمائے اہلِ سنّت وجماعت نے ہر طرف سے رد کیے یہاں تک کہ یہ معاملہ طشت از بام اور شہر بشہر شہرۂ عام ہوا اب ناظمِ ندوہ نے اس کا وہ پہلا مقولہ نقل کر کے مقصدِ ندوہ اتحاد و اتفاقِ مذکور کے لیے حجت بنایا اور اس کے آخر میں کہا [۵۲] ''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا اس وقت میں حکیم امتِ محمدیہ تھے۔ یہ مقولہ نہایت قابلِ قدر ہے۔'' اس صورت میں اس مداح اور اس ممدوح کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

ممدوح تو ایسی شناعت کا مرتکب ہوا جو سمندروں کے دھوئے نہ دُھلے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین بمعنے آخر الانبیاء ہونا ضروریاتِ دین سے ہے تو کسی نئی نبوت کے حضور کے بعد یا حضور کے زمانے میں جائز ماننا کھلا کفر اور دین میں گمراہی ہے۔ اشباہ والنظائر میں فرمایا ''جب محمد ﷺ کو آخر الانبیا نہ مانا مسلمان نہیں کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔'' رہا وہ مداح اس کی ہلاکی و گمراہی کو یہی بہت ہے کہ اس نے اس گمراہ مقولے خارجی معتزلی کے مذہب کی تحسین کی پھر اس کے ساتھ اگر شخصِ مذکور کے ان اقوال سے بھی آگاہ تھا جو اس سے رسالہ مذکور میں صادر ہوئے جیسا کہ بیان مشرح سوال سے ظاہر ہے جب تو اسے حکیم امتِ مرحومہ کہنا کہ کفر و سخت تر عذاب کا مستلزم ہے جیسا کہ بارہا گزرا۔

دوازدھم

ندوے نے زعم کیا کہ ایک محکمۂ [۵۳] افتاء قائم کیا جائے جو شخص کسی قسم کا سوال ندوے سے کرے اس کا جواب دیا جائے خواہ وہ سوال متعلقۂ احکامِ فقہیہ سے ہو یا عقائد سے سائل مسلمان ہو یا غیر مذہب والا اور کہا [۵۴] ''بہت غیر مناسب ہے کہ نائبانِ پیغمبر کی مجلس ہو اور لوگ اس سے کسی امر کی ہدایت چاہیں اور وہاں سے ہدایت نہ کی جائے اور قطع نظر ایک بدنمائی اور بد دلی کے مؤاخذۂ اخروی کا بھی خوف ہے جب مجمع علما سے ہدایت نہ ہوئی تو اور کون ہدایت کرے انہیں [۵۵] جواب نہ ملے یا دیر ہو جائے تو ان کی طبائع کے لیے دریافت

نہ کرنے اور جو جی میں آئے اس پر عمل کرنے کا بہت بڑا حیلہ ہے یہ حالت عوام کو کس قدر مطلق العنانی کا باعث ہو سکتی ہے" اور باوصف ان سب باتوں کے کہا "مگر جو[56] مسائل اس وقت باعثِ نزاع ہو رہے ہیں ان کے جواب سے سکوت رہے" اب سوال یہ ہے کہ آیا اس میں مذہبِ اہلِ سنّت کی خیر خواہی ہے یا سنت و اہلِ سنّت کو ضرر پہنچانا۔

الجواب

ہاں اس میں سنت و اہلِ سنّت کو سخت ضرر پہنچانا ہے۔ ندوہ خود مان رہی ہے کہ جواب نہ دینا بلکہ دیر لگانا ناپسند و ناگوار اور مطلق العنانی عوام کا باعث اور س میں خوفِ مواخذۂ آخرت ہے اور بلا شبہ وہ حدیثیں حدِ شہرت کو پہنچ چکیں جن میں علم چھپانے پر سخت وعید سے تہدید ہے اور خود حضرت عزت جلالہ فرماتا ہے: "جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب دی گئی کہ ضرور ضرور اسے صاف بیان کرو گے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے۔" تو باوجود اس کے ان باتوں کے جواب سے خاموشی کا حکم دینا جن میں بد مذہبوں کی نزاع ہے صرف اسی بنا پر ہے کہ اہلِ سنّت کے عقیدے ندوے کے نزدیک علم میں داخل نہیں، نہ ان کا بتانا ہدایت اور انہیں نہ وہ حدیثیں شامل، نہ یہ آیت، اور ندوے کو کچھ پرواہ نہیں۔ عوام ان معرکوں میں جو چاہیں عقیدہ رکھیں ان مواقع میں وہ مطلق العنان ہو جائیں تو ندوے کی بلا سے بہر حال اس میں شک نہیں کہ ندوے نے اپنے اس قرار داد میں مذہبِ اہلِ سنّت کو خفیف ٹھہرایا۔

سیز دہم

جب ندوے نے ہر گونہ اوباش جوڑے اور ان کی شان بڑھائی اور ان کی جگہ بلند ٹھہرائی چھوٹتے ہی ان کے لیکچراروں کو اجازت دی کے جلسے میں بَر ملا لکچر سنائیں اور رسالے لکھیں کہ چھاپ کر کتابوں میں شائع کیے جائیں۔ تو کیا یہ بات اسے روا تھی؟ حالانکہ ندوے پر ان کی بدراہی آشکارا تھی با آنکہ قواعدِ ندوہ میں یہ "یہ بات[57] قرار پاچکی کہ مجلس میں کس قسم کی ردو قدح نہ ہو۔"

الجواب

نہ اس امر کی اجازت، نہ ندوے کے لیے آؤ بھگت، نہ وہ اس کام میں حق پر چلے، نہ اس نے بھیڑوں کی خیر خواہی کی، جب کہ بھیڑوں کو سرداری دی۔ اور بلاشبہ حضور پُر نور سیدِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا "جب کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت آنے کی راہ دیکھ۔" یہ حدیث بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک اور حدیث میں ہے "جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور ان میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بے شک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔" یہ حدیث حاکم و ابن عدی و عقیلی وطبرانی وخطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ تو جب یہ حکم اس کے باب میں ہے کہ دوسرا اس سے زیادہ پسندیدہ و گزیں۔ تو اس کا کیا پوچھنا جسے کام پر مقرر کرنے میں اللہ عزوجل کی رضا اصلاً نہیں۔ امام احمد ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں "مجھے اپنی امت پر دجّال کے سوا اور لوگوں کا زیادہ اندیشہ ہے وہ گمراہ کرنے والے پیشوا۔" ابن عدی و دیلمی ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا "بہت عابد جاہل ہوں گے اور بہت عالم تباہ کار تو جاہل عابدوں اور تباکار عالموں سے بچو۔" ابو نعیم حلیہ میں انہی سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "عنقریب آخر زمانے میں کچھ مُلّانے ہونگے جیسے کیڑے[58] جو وہ زمانہ پائے ان سے اللہ کی پناہ مانگے۔" حاکم تاریخ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں "بُرے عالموں سے امت کی خرابی ہے۔" احمد وابن عدی امیر المؤمنین عمر اور طبرانی کبیر میں اور بزاز حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں "مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اندیشہ ہر اس شخص کا ہے جو دل کا منافق اور زبان کا مولوی ہو" اور وہ جو ندوے نے اپنے قواعد میں قرار دیا وہ گناہ کے بر قرار رکھنے کا حکم دینا اور اس کے انکار سے جس کی فرضیت شرع میں قرار پاچکی روکنا ہے تو اس میں حضرت عزت عزوجل کے احکام سے صریح ضد باندھنا ہے۔ واہ ری انوکھی ندوہ بھیڑیوں کو چوپانی دے اور انہیں دفع کرنے سے منع کرے، بھلی خیر خواہ ہے بکریوں کی۔

چہار دہم

ندوے سے اس کی کتابوں اور لکچروں میں بہت باتیں واقع ہوئیں جن کا بعض بطورِ نمونہ گزارش ہے کہ شرحِ روشن کے نزدیک ان کا حکم

جاننے کی خواہش ہے۔ ندوے کے بڑے ارا کین میں سے ولید [59] کہتا ہے کہ "حنفی شافعی مالکی وغیر ہم میں ہر ایک پر دوسروں کے مذہب سے کفر لازم کیونکہ ایک چیز جو ایک فریق کے نزدیک حلال ہے اسی کو دوسرا فریق حرام کہتا ہے اور حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا دونوں باتیں کفر ہیں۔" اور انہی میں سے بکر [60] کہتا ہے کہ "حنفی شافعی مالکی حنبلی چاروں فریق میں بہت کچھ اختلاف ہے بلحاظِ عمل اور اعتقاد دونوں کے کس قدر فرق ہے اگر اس پر خیال کیا جائے کہ فرض کو ممنوع اعتقاد کرنے والا اور حرام کو حلال جاننے والا ہمارے عقائد کی رُو سے کیسا ہے تو ایسا سخت حکم نکلے گا کہ ان چاروں گروہ میں اسلامی شرکت بھی نہ رہے گی۔"

الجواب

ولید و بکر بے شک جھوٹے ہیں۔ ان دونوں نے ائمۂ دین کی کامل توہین کی۔ معاذ اللہ نہ چاروں مذاہب میں اختلافِ عقائد ہے، نہ ایک پر دوسرے کے قول و عقیدے سے لزومِ کفر عائد ہے۔ یہ نِرا شیطانی وسوسہ ہے۔ حلال و حرام میں خلاف پر لزومِ کفر اس وقت آتا ہے جب وہ حلت و حرمت قطعی یقینی ہوں۔ ائمۂ دین کے اجتہادیات میں کسی امام پر طعن بھی نہیں بلکہ سب کے لیے ثواب واجر ہے۔ "جس نے ٹھیک حکم پالیا اسے دوہرا اجر اور جس کی نظر چوک گئی اسے اکہرا کیا" ان دونوں کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اجتہادی اختلاف تو خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم میں بھی تھا۔ تو بکر وولید کے نزدیک ان پر بھی وہی نجس ناپاک گندا مردود حکم لازم آئے گا؟ گمراہی کی باتوں سے خدا کی پناہ۔

پانزدہم

نیز ولید [61] کہتا ہے کہ "ہر فرقے کے مسلمان ان میں مذہب چاہے ایک نہیں سَو ہوں ان میں جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ رتبہ رکھتا ہے کوئی مذہب والا مسلمان ہو۔"

الجواب

ولید جھوٹا ہے۔ اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے۔ اسلامی فرقوں میں اہلِ سنّت و جماعت کے سوا سب بد مذہب و گمراہ ہیں۔ بدمذہب کو تقویٰ سے کیا علاقہ؟ وہ اگر نماز روزہ کیے گئے زناور با سے بچتے رہے تو اتنی بات سے متقی ستھرے نہیں ہوسکتے کہ ان کے عقیدے کا فِسق ہزاراں ہزار ناز ور با سے سخت تر و نجس تر ہے۔ ابو نعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں "بد مذہب سارے جہان سے بدتر ہیں بہائم سے بدتر ہیں۔" دار قطنی اور ابو حاتم خزاعی اپنے جزء حدیثی میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں "بد مذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔" ابن ماجہ و بیہقی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کسی بد مذہب کی نہ نماز قبول کرے نہ روزہ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ نفل نہ فرض۔ بد مذہب اسلام سے نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔" ابن جوزی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں "اگر کوئی بد مذہب مسئلۂ تقدیر کو جھٹلانے والا حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالبِ ثوابِ خدا رہے اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈالے۔" غنیۃ المستملی شرح منیتہ المصلی میں ہے بد مذہب عقیدے کا فاسق ہے اور وہ عمل کے فسق سے بدتر ہے۔ کیا ولید احمق یہ نہیں جانتا کہ اسلامی فرقوں میں وہ بھی ہیں جن کا مذہب ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو گالیاں دینا لعنتیں کرنا ہے، وہ بھی ہیں جن کا دین علی مرتضیٰ و حسن مجتبیٰ و حسین شہید کربلا کو فاسق و کافر کہنا ہے۔ کیا یہ گمراہ لوگ نماز روزہ کریں اور زنا و ربا سے بچیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی عزت و مرتبت والے ہو جائیں گے؟ کیا ان کے اعمال ان کے عقیدوں کی نجاستیں دھوئیں گے؟

یوں نہیں خدا کی قسم یوں نہیں۔ الحاصل اصلاً شبہ نہیں کہ ولید کے دل سے عقیدہ حق کی گرہ کھلی ہوئی ہے۔ ولید کا دین تباہ ہے۔

شانزدہم

نیز ولید [62] کہتا ہے "اللہ کے معاملات کوئی نرالے معاملات نہیں ہیں۔ دنیا آخرت کا نمونہ ہے۔ دنیاوی معاملات سے مذہبی معاملات کو مقابلہ کر کے بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے سینکڑوں فرقوں میں سے حق پر کون ہے ناحق پر کون گمراہ کون ہے۔ راہِ راست پر کون، خدا کس سے راضی ہے کس سے ناراض مقامِ غور ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا کے ملت و مذہب میں کس قدر اختلافات ہیں۔ ان میں سب کے سب گورنمنٹ کے مطیع رعایا ہیں باغی ہرگز

نہیں گورنمنٹ نے بھی ان میں کسی کو اپنا باغی قرار نہیں دیا نہ اپنے احکام کا منکر سمجھا بلکہ سب کو اپنا مطیع خیال کرکے سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے۔"

الجواب

یہاں ولید نے اپنا پردہ چاک کیا اور اپنے الحاد کے منہ سے نقاب اٹھادیا وہ جماتا ہے کہ اسلام کے تہتر فرقے سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق وہدایت پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے کیا "بڑا بول نکلتا ہے ان کے منہ سے۔ یہ نرا جھوٹ بک رہے ہیں۔" اللہ کے لیے پاکی ہے۔ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو محبوب خدا و سرتاج اولیا و اصفیا مانے اور جو معاذ اللہ انہیں ظالم کا فر دوزخی فاجر جانے اللہ کے نزدیک دونوں حق وہدایت پر اللہ کی رضا دونوں کے لیے یکساں برابر ایسا ملعون کلمہ کسی مسلمان کے کہنے کا نہیں ولید نے اپنے مردود مقصود کا کیا نادر ثبوت دیا کہ ایک کافر گورنمنٹ کو رب العالمین سے برابر کیا بیشک ولید بلید ملحد دہریہ بے دین ہے۔

ہفدہم

اپنی انہیں خرافات کی بناپر ولید ان میں کسی فرقے کو گمراہ یا دوزخی کہنا بُرا جانتا اور کہتا[۶۳] ہے۔ "یہاں تو یہ اندھیر ہورہا ہے کہ اگر اسلام کے سو فرقے فرض کرو۔ ایک فرقے کو ننانوے فرقے تکفیر نہیں تو تفسیق یا تضلیل ضرور کرتے ہیں۔"

الجواب

ولید خود کھلی گمراہی کے اندھیرے میں ہے کہ بد مذہبوں کو فاسق و گمراہ کہنا اندھیر جانتا ہے۔ بے شک اہلِ سنّت کے سوا جتنے فرقے ہیں سب گمراہ فاسق بد مذہب ناری ہیں۔ تمام اہلِ حق صحابۂ عِظام وائمۂ کرام وعلمائے اعلام سے آج تک اسی عقیدے پر گزرے اور ہمارے آقا اللہ عزوجل کے چنے ہوئے رسول ﷺ نے صاف فرمادیا کہ "میری امّت بہتر فرقے ہوجائے گی وہ سب دوزخی ہیں سوا ایک کے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔" ابنِ ماجہ حضرتِ انس اور احمد وطبرانی حضرت امیر معاویہ اور عبد بن حمید حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے راوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ "سب فرقے جہنمی ہیں سوائے ایک کے کہ وہ جماعت ہے۔"

ہیجدہم

نیز اسی بناپر ولید[۶۴] کہتا ہے ہم کسی مومن کو مشرک اور بدعتی کہنا سخت گناہ جانتے ہیں۔

الجواب

شرک کی نسبت تو کسی مسلمان کی طرف جائز نہیں۔ رہی بدعت اس کا حال یہ کہ ہم پر یہ اعتقاد بالا جماع فرض یقینی قطعی کہ اہلِ سنّت وجماعت کے سواہر فرقہ بدعتی ہے۔ ولید نے فرض قطعی کو حرام بنایا تو اسی کے منہ اس پر وہ کفر لازم آیا جسے ابو حنیفہ و شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لازم کرنا چاہتا تھا۔ الحاصل تمام اہلِ قبلہ سے بدعتی ہونے کی نفی اہلِ سنّت کا عقیدہ نہیں تو اس کے کہنے والے ماننے والے پسند کرنے والے سب اہلِ سنّت وجماعت سے خارج ہیں۔

نوزدہم

نیز ولید کہتا[۶۵] ہے "ہمیں یہ چاہیے کہ جو اللہ ورسول کے ماننے والے ہوں ان کی عظمت کرنا اور[۶۶] جو بلا اکراہ اللہ کو ایک اور محمد ﷺ کو رسول اللہ کہتا ہے تو جس قدر اس کی اہانت کی جاتی ہے وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اہانت ہے۔"

الجواب

احمق مردود جھوٹا ہے بد مذہب کی اہانت شرعاً واجب ہے۔ وہ حدیثیں اوپر گزریں جن میں کفایت ہے۔ شرح مقاصد کا کلام سن چکے کہ "بد مذہب کا حکم اس سے بغض رکھنا اور اسکی اہانت کرنا ہے۔" ہمارے علما بابِ امامت میں اس مسئلے کی دلیل میں کہ فاسق کی امامت مکروہ ہے اگرچہ عالم ہو تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی اہانت شرعاً واجب ہے تو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے گی جیسا کہ مراقی الفلاح علّامہ شرنبلالی وحاشیۂ کنز تصنیف علاّمہ سید ابوالسعود ازہری وحاشیۂ درِ مختار تالیف علامہ سید طحطاوی میں ہے کہ "فاسق اگرچہ سب حاضرین سے علم میں زائد ہو آگے نہ کیا جائے کہ اسے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً ان پر اس کی اہانت واجب ہے۔"

بستم

نیز ولید کہتا[۶۷] ہے "ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے اور ہر امر میں

حقیقۃ الحال خدا کے سوا کوئی نہیں جان سکتا اور وہ شخص خدا اور رسول کی اطاعت دیانۃً اس میں سمجھتا ہے جس کو ہم خلافِ حق خیال کرتے ہیں تو ہمارا خلافِ حق سمجھنا دوسرے کے حق میں کیا ضرر پہنچا سکتا ہے۔"

الجواب

مردود جھوٹا ہے ہر شخص اس پر مکلف ہے کہ ٹھیک سچے روشن عقائدِ اہلِ سنّت کی پیروی کرے۔ کوئی ان میں اپنی خطائے فکر پر معذور نہ ٹھہرے گا۔ اللہ ہر باب میں حقیقتِ حال جانتا ہے اور اللہ کے بتانے اور اس کی توفیق سے ہم نے جانا وہ جاننا جس کے گرد وہم وگمان کو بار نہیں کہ خالص حق وہی ہے جس پر ہم ہیں اور صریح باطل وہ ہے جس پر بد مذہب ہیں۔ اسی پر ہمارے سرداروں صحابہ کرام کے وقت سے برابر اجماعِ امت رہا ہے اور جو جماعت سے جدا چلے اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی۔ ہاں یہ بات فقہی مسائلِ اجتہادیہ میں ہے جن میں حضراتِ ائمۂ مجتہدین کا باہم اختلاف ہے اور وہاں بھی مطلقاً یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے۔ یہ تو خاص مجتہد کے لیے ہے۔ رہا مقلد اسے اللہ کی طرف سے یہی حکم ہے کہ کسی امام کی پیروی کرے۔

بست ویکم

اراکین ندوہ میں سے [۶۸] عمرو کہتا ہے کہ "سنّی شیعہ (یعنی رافضی) وہ امور جو مرشدِ کامل (یعنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) سے قطعی الثبوت ہیں عقائد سے لے کر عملیات تک ان سب میں سب کا اتفاق محبت آل واصحاب سب کا شیوہ ان کی پیروی کا سب کو دعویٰ پھر یہ جھگڑا اور تُو تو مَیں مَیں کیسی؟ ذرا ذرا باتوں کو پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی ہے نہ ان کے فیصلے کی کوئی ضرورت۔"

الجواب

عمرو نے اس قول میں عقائدِ اہلِ سنّت کا صریح رد کر دیا۔ اہلِ سنّت کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ رافضی محبِّ صحابہ نہیں نہ ان کی پیروی کا دعویٰ رکھیں بلکہ ان کے دشمن ان کے مخالف انہیں گالیاں دینے والے ہیں تو یہ دو جھوٹ تو ایسے ہیں کہ بچوں پر بھی مخفی نہیں۔ پھر جب یہ بک دیا کہ جتنی باتیں قطعی الثبوت ہیں ان میں دونوں فریق کا اتفاق ہے تو صاف واضح ہوا کہ جن باتوں میں سنّیوں رافضیوں کا اختلاف ہے ان کا ثبوت قطعی نہیں تو ابو بکر صدیق وعمر فاروق وعثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خلیفہ برحق ہونا جنتی ہونا بلکہ مسلمان ہی ہونا کچھ قطعی الثبوت نہ رہا، تقدیر کی بھلائی برائی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہ ہونا، قیامت میں مسلمانوں کو خدا کا دیدار ملنا کچھ قطعی الثبوت نہ رہا کہ رافضی ان سب باتوں میں خلاف کرتے ہیں۔ یہ سب درکنار خود قرآنِ عظیم کا تام وکامل و محفوظ ہونا قطعی الثبوت نہ رہا کہ شیعہ اس میں بھی خلاف کرتے اور اسے ناقص بتاتے اور بیاض عثمانی نام رکھتے ہیں۔ اب دین، ایمان، مذہب، وملّت کچھ قطعی الثبوت نہ رہا اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پھر ایسے بھاری خلافوں کو جن پر مذہب وایمان سب کا دار و مدار ہے ذرا ذرا سی بات کہنا اور ان کو جن کا فیصلہ فضول و عبث جاننا اور ان میں رد گمراہاں کو جھگڑا اور تُو تو مَیں مَیں ٹھہرانا دین اور مذہب کی کھلی توہین ہے جس کی حد لزومِ کفر تک پہنچتی ہے اللہ رب العالمین کی پناہ۔

بست ودوم

سنّیوں اور بد مذہب سب میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے اور نزاع اُٹھا دینے کے لیے جو ندوے کا سب سے بڑا مقصد ہے۔؛ اراکینِ ندوہ میں سے مخلد [۶۹] کہتا ہے "اس وقت لازم ہے کہ جملہ کلمہ گو اہلِ قبلہ اپنے اپنے دعووں کو واپس لیں۔"

الجواب

مخلد نے صاف کہہ دیا کہ سب اہلِ مذاہب دعوی مذہب چھوڑ دیں۔ واہ سبحان اللہ حدیثیں تو ردّ گمراہاں کو اس درجے کا واجب ٹھہرائیں جس کا حال اوپر سن چکے تو زمانہ ظہورِ بد مذہبی میں سب کو ابطال گمراہی وردِ گمراہاں سے سکوت کی طرف بلانے والا معاذ اللہ اللہ عزوجل کی لعنت کی طرف بلاتا ہے۔ یہاں مخلد گمراہ خود اصل دعوے مذہب واثباتِ مذہب سے لادعویٰ مانگتا ہے بدعت کا رد وابطال تو دوسرا درجہ ہے۔ الٰہی ہمیں محفوظ رکھ، الٰہی ہمیں محفوظ رکھ۔ آمین۔

بست وسوم

نیز عمرو نے مسلمانوں کو ایک لکچر دیا جسے ندوے نے چھاپ کر شائع کیا۔ اس میں عمرو نے ندوے کو امام کا لقب دیا ہے تو کبھی تو اسے امام کہتا ہے کبھی یہ مجلس کبھی جماعت علما اس لکچر میں عمرو نے کہا [۷۰]

"سردار جس کو امام کہنا چاہیے تمہارے لیے ضروری ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے امامِ زمانہ کو نہ پہنچانا تو اس نے جاہلیت کی موت پائی۔ اس[71] سردار سے تمہارے مذہبی اختلافات دور ہو جائیں گے جو مہتم بالشان بات دریافت کرتے ہو اس سردار سے دریافت کر سکو گے [72] واعظوں کو ہدایت کرنا بھی اس مجلس کا کام ہو گا اور ان کو ہر موقع ضروری پر روانہ کرنا اور احکام کے رسالے دینا بھی اسی کے ذمّے ہو گا کہ دیہات کے مسلمان اسلام کی بہت ضروری ہدایتوں سے بے خبر ہیں۔ حیاتِ[73] ابدی کے دستور العمل کی تعلیم کے لیے بھی یہ جماعت تمہارے لئے خادم ہے۔ ہندوستان[74] میں تین قسم کے مسلمان ہیں سنّی شیعہ، پھر سنّیوں میں مقلّد غیر مقلّد، یہ مجلس کا فۂ اسلام کے علما کی ہے سنّی شیعہ، مقلد غیر مقلد سب تو کیا روا ہے کہ امورِ دین میں رافضیوں وغیرہم گمراہوں کی طرف رجوع کی جائے اور ان سے حیات ابدی کا دستور العمل سیکھا جائے اور یہ مجلس جو ان سب کی کھچڑی ہے وہ امام ہو کہ جو اسے بے پہچانے مرے وہ زمانۂ جاہلیت کی موت مرے۔"

الجواب

ندویوں کی سب باتوں کا مآل یہ نکلتا ہے کہ قیدِ مذہب اٹھادیں، حق وباطل مٹادیں سنت وبدعت، ہدایت وضلالت اہلِ سنّت واہلِ بدعت سب کو یکساں بنادیں تو اللہ اکبر کا نعرہ ہے پر سرکش متکبّر پر جس نے حق پر ظلم کیا ہے۔ پھر اگر مقامِ کوتاہ نہ ہوتا تو ہم اس حدیث پر کلام کرتے جس کے لفظ بھی اس لکچرار نے ٹھیک نقل نہ کیے۔ رہا اس کا دشمنانِ تقلید کو اہلِ سنّت سے گننا یہ جہلِ شدید بلکہ ضلالِ بعید ہے جیسا کہ اوپر گزرا ہے پھر جب اس نے سب کو حق کے پیشوا اور دین کے رہنما ٹھہرالیا تو اب اس گمراہ کو کیا ہوا کہ رافضی کو سنّی سے جُدا گنا۔ سنّی وہی تو ہے جو حق و ہدایت پر ہو پھر اس کا کیا کہنا جو امام وہادی راہِ راست ہو۔ غرض زوال نور سے خدا کی پناہ۔ ہے یوں کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

بست وچہارم

ندویوں کے ایک اور لکچرار[75] نے لکچر دیا جس میں صوفیائے کرام کو زندیقوں ملحدوں دہریوں کے برابر کیا اور انہیں اس سے بدتر ٹھہرایا جو احکامِ شریعت کا پابند نہ ہوا اور[76] کہا "آدمی حدوث وقِدم کے مباحث کو سمجھا تو کیا اور نہ سمجھا تو کیا جیسے نسبت ثناۃ بالتکریر کی بحث۔"

الجواب

اس کے یہ معنٰی ہیں کہ وہ لغو کلام اور فضول بات ہے۔ یہ عقائدِ اسلام کے ساتھ بڑی گستاخی ہے۔ اللہ عزوجل کو قدیم اور مخلوق کے ہر بیش وکم کو حادث جاننا دونوں ضروریاتِ دین سے ہیں اور اللہ عزوجل کی صفاتِ کمال کو قدیم جاننا مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت کے ضروریات سے ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ رہا صوفیائے کرام کو کمینے دہریوں کے برابر ٹھہرانا، اس کے قائل اور اس کی بات قبول کرنے والے سب پر قیامتِ کبریٰ قائم کرنے کو اللہ عزوجل کا وہ ارشاد کافی ہے جو اس سے اس کے نبی ﷺ نے روایت فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ "جو میرے کسی ولی سے عداوت کرے میں نے اس سے لڑائی کا اعلان فرمادیا۔" اللہ تعالیٰ ہمیں وساوسِ شیاطین سے پناہ بخشے۔ آمین۔

بست وپنجم

ندویوں کے ایک شاعر[77] نے شعر خوانی کی جس کا حاصل یہ کہ یہ آیت تو کہہ اے رب میرے "مجھے علم زیادہ دے" اور یہ آیت تو "فرما، کیا برابر ہو جائیں گے عالم وجاہل" اور یہ حدیث کہ "علم تلاش کرو اگرچہ چین میں ہو" کچھ علومِ دین سے خاص نہیں بلکہ مسلمانوں اور نصرانیوں اور مشرکوں کے علوم اور زبان انگریزی وغیرہ کے سیکھنے سب کو عام ہیں ورنہ ذکرِ چین کے کیا معنٰی تھے کہ وہاں عربی نہ تھی ضرور نبی ﷺ نے چینی زبان سیکھنی مرادلی۔

الجواب

یہ اپنی رائے سقیم سے قرآنِ عظیم کے معنٰی بنانا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر افترا اٹھانا ہے۔ یہ نِرا ناپاک نیچری مفسدہ ہے۔ ہم نے اس کی تفصیل کہ آیتوں اور اس حدیث میں اگر صحیح مان لی جائے (کہ وہ ایک جماعتِ علما کے نزدیک موضوع ہے اور ضعیف تو بالاتفاق ہے) علم سے کیا مراد ہے اپنے فتاوٰی "العطایا النبویہ فی الفتاوٰی الرضویہ" کی کتاب الحظر والاباحۃ میں ذکر کی۔

بست وششم

جمہور علمائے ہند نے بہ پیروی علمائے عرب فتاوٰی لکھے کہ طائفہ غیر

مقلدین اہلِ سنّت وجماعت سے خارج ہیں اور نماز ان کے پیچھے ممنوع
اکابر[۷۸] ندوہ نے بھی جب تک ندوے کا خیال ان کے دماغ میں نہ
اُچھلتا تھا ان فتاوٰے میں علما کی پیروی کی پھر جب ندوہ جمایا اور لوگوں
کو تمام کجرووں برگشتہ راہوں سے اتفاق اور میل جول کی طرف بلایا۔
اب اس[۷۹] مضمون کا ایک محضر بنایا کہ "وہ وہابیان گمراہ اہلِ سنّت ہیں
اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت[۸۰] جائز" اور اس کی طرف اپنے
رسالوں[۸۱] اور لکچروں میں ترغیب دی اور دو شخص[۸۲] ایک مقلد اور
دوسرا منکر کھڑے ہو کر گلے ملے اور رونی صورت بنائی اور ان دونوں
میں سے ندوی مقلد بولا کہ "آج ہم دونوں فریق میں اتفاق ہو گیا اب
دو فریق کہنا بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اب تو ایک ہی ہو گئے" تو آیا یہ اہلِ
ندوہ پہلے حق پر تھے یا اب انہیں حق ظاہر ہوا کہ اس کی طرف پھر گئے۔

الجواب

ہشت بلکہ خود گمراہ ہوئے اور اور لوگ گمراہ کیے حق تو وہی تھا جو
علمائے عرب وعجم اہلِ سنّت و دین راست ترنے تحریر فرمایا تھا۔ بندۂ
ضعیف کا اس مسئلے میں ایک مبسوط رسالہ ہے مسمّٰی بہ "النہی
الاکید عن الصلاۃ وراءعدی التقلید" اس میں عرشِ تحقیق اس امر پر
قائم کیا کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز سخت ناروا ہے تو ندویوں کا یہ
محضر جسے انہوں نے "ندوے کی پہلی برکت" کہا ہے حقیقت میں
ندوے کی پہلی نحوست ہے اور سخت اچنبے کی بات۔ اس ندوی مقلد کا
وہ زعم مذکور ہے کاش میں جانتا کہ جب نہ ان میں مقلّد منکر تقلید ہو گیا
نہ منکرِ تقلید اس قید کا پابند ہوا تو دونوں ایک کیسے ہو گئے ہم اللہ
عزوجل سے عفو وعافیت مانگتے ہیں۔

بست وہفتم

جب علماءِ اہلِ سنّت نے اکابرِ ندوہ پر اس گھال میل اور افراط و تفریط
کے سبب سخت دار وگیر کی اب وہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر اپنی
جانوں سے بولے کہ ہاں ہاں تمہیں نے ظلم ڈھائے پھر سروں کے بل
اوندھائے گئے (یعنی اسی اگلی شقاوت پر پلٹے) تو بہانے بنانے آئے
اب گناہوں کے مُقِر ہوئے مگر نہ راہِ ندامت سے بلکہ اقرار کیا اور
متکبر ہو کر اصرار کیا۔ ان کا بڑا[۸۳] بولا "ہم نے یہ حرام باتیں بہ سببِ
ضرورت اختیار کی ہیں۔" اب کبھی تو کہتا[۸۴] ہے "اس اتفاق سے
ہماری مراد پادریوں کے منادیوں کا دفع کرنا ہے غیر ممکن ہے کہ آپ
باہمی نزاعات کو قائم رکھ کر دشمنانِ دین کے حملوں کو روک
سکیں" اور کبھی[۸۵] کہتا ہے "اس قسم کے نزاعات سے مخالفینِ دین
کو مضحکے کا موقع ملتا ہے۔ ہمارے علما اور معززین اہلِ اسلام کی ہتک
ہوتی ہے۔ کیا کسی[۸۶] عالم کی مخالفین دین کے روبرو ہجو کرنا جن کے
نزدیک ہر ایک عالم بلا تفریق مقتدائے اسلام ہے یا علمائے دین کو چھوڑ
کر نصاریٰ اور ہنود کے اجلاس میں دینی مسائل کو پیش کرنا اور خدائے
پاک اور رسولِ برحق کے کلام کو کفار کے پیروں میں رکھنا دین ہے"
نعوذ باللہ! تو کیا یہ عذر صحیح ہے یا باطل وقبیح؟

الجواب

یہ سب کھوٹی دھوکا بازی ہے، اور خراب وتباہ فریب سازی۔ نصاریٰ
کے منادیوں کو دفع کرنا نہ ردبد مذہباں کے ترک پر موقوف ومحصور،
نہ بحمد اللہ تعالیٰ اہلِ سنّت کو ردِّ کفار میں ان گمراہوں کی مدد لینی ضرور،
بلکہ ہنوز بعنایتِ الٰہی علمائے سنت میں کثرتِ وافی ہے، جو کفر وبدعت
دونوں کے رد کو کافی ہے اور ہمیشہ اس امت سے ایک گروہ حق کے
ساتھ غالب رہے گا۔ انہیں کچھ نقصان نہ دے گا جو انہیں چھوڑے یا
ان کا خلاف کرے گا یہاں تک کہ حکمِ الٰہی آئے گا اور وہ اسی غلبہ
وشوکت پر ہوں گے جیسا کہ سچے نبی سچے مانے ہوئے نے
خبر دی ﷺ۔ تو ردِّ کفار و ردِّ مبتدعین دونوں ضرور ہیں دونوں فرضِ
دین اور ان میں ایک دوسرے کی ضد نہیں کہ باہم جمع نہ ہو سکیں۔
اہلِ سنّت پر زمانۂ دراز میں جگ گزرے کہ ان میں من جانب اللہ
دونوں فریق کفر وبدعت کے رد پر موافق رہے اور اللہ تعالیٰ اپنے سچے
دعدے سے انہیں یوہیں توفیق دیتا رہے گا یہاں تک کہ فتنہ نام کو نہ
رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ تو کیوں کر کسی کو حلال
ہو سکتا ہے کہ ایک فرض کے لیے دوسرا فرض چھوڑے جو آپس میں
ضد نہیں آخر یہ ایسا ہی ہو گا کہ کوئی روزوں کے لیے نماز چھوڑے۔ یا
بعذرِ قیامِ زکوٰۃ دینے سے منہ موڑے علاوہ بریں جو زیادہ مہم اور زیادہ
مؤکد ہے۔ وہ ان بدمذہبوں ہی کے مکلّبوں کا رد ہے جو اسلام کے
پردے میں آیتیں حدیثیں سناتے ہیں اور معنٰی بدل کر اپنی خبیث
تاویلوں سے چھل کر، عوام کو بہکاتے ہیں۔ مسلمانوں پر ان کا ضرر،
کافروں سے کہیں بڑھ کر، کہ مسلمان اگرچہ کتنا ہی حد بھر کا جاہل
ہے۔ اتنا پہچانتا ہے کہ کافر کا دین صریح باطل ہے تو اس کی بات پر کان

نہ دھرے گا اور اس کے بکنے کی پرواہ نہ کرے گا اور بدمذہب کا فساد
تو کھجلی کی طرح اڑ کر لگتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے۔ اس
وقت اسے دیکھو جب وہ بڑا خدا ترس بن کر آئے اور وکھادے بناوٹ
کے رنگ جمائے اور داڑھی پھٹکارے، اور ڈھیلا جبہ سنوارے، اور
عمامے کا گھیر بڑا کرے، کہ لوگوں کو امامت کا وہم گزرے عوام کے
آگے علما کا روپ بھرے اور آیتیں روایتیں ذکر کرے پھر ان کے
دلوں میں وسوسہ ڈالے کہ جو اس نے کہا ہے وہی قرآن وحدیث سے
ثابت ہوا ہے تو یہ وہ مرض ہے کہ جس کے علاج میں عاجز آئیں اور وہ
مکر ہے جس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس ہر مہم سے بڑھ کر مہم یہی ہے کہ
اس کا کام بگاڑا جائے بعنایتِ الٰہی اس کا مکر اسی کے گلے پر اُلٹا جائے۔
اس کی بری باتوں کی تغییر کریں، اس کی کھلی ڈھکی خرابیاں تشہیر
کریں۔ یہ وہ بات ہے جو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبہ میں اور حکیم
ترمذی اور حاکم نے کتاب الکنی اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عد
اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی وخطیب نے بہز بن حکیم سے انہوں
نے اپنے باپ انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا کیا فاجر کو بُرا کہنے سے پرہیز کرتے ہو؟ لوگ اسے
کب پہچانیں گے؟ فاجر کے عیب بیان کرو کہ لوگ اس سے ڈریں اور
وہ جو ناظم عذر کناں، کہ نزاع کا انجام چنیں وچناں، اس کا منشا تو وہی
ہے جو بعض عوام سے وقوع میں آتا ہے کہ حمایتِ مذہب میں گالی
گلوچ مار پیٹ بُرا جھگڑا دخل پاتا ہے جس کے سبب مقدمۂ نصاریٰ اور
ان کے حاکموں کے یہاں جاتا ہے کہ آج ہمارے شہروں پر انہی کا
قبضہ ہے۔ اس کا علاج یہ تھا کہ عوام کی یورش گھٹائی جائے اور غصے میں
خفتِ عقل سے جو وہ کر بیٹھتے ہیں اس کی برائی بتائی جائے۔ اگر وہ مان
لیتے تو بہت اچھا، ورنہ خدا ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا اور خدا کی
پناہ کہ شریعت روشن کسی ناگوار بات کے بند کرنے کو اس کا حکم
فرمائے جو اس سے بھی زیادہ بُری اور بیہودہ ہو کہ مار گالی بیڑیاں جیل
خانہ جرمانہ ان کا دین نہ جائے گا۔ بخلاف اس محبت اتفاق اتحاد کے
جس کی طرف تم بلاتے ہو کہ یہ انہیں بددین بنائے گا تو اب غور کر
اے وہ جس نے اپنے بھائی کو بادل کے چھینٹے سے بچانے کا ارادہ کیا اور
خود بھی پرنالے کے نیچے کھڑا ہوا اور اس بھائی کو بھی وہیں کھڑا کر لیا
اور اگر ہم مان بھی لیں کہ دونوں کی برائی یکساں ہے تو یہ تیرے لیے
کس نے جائز کیا کہ ایک حرام مٹانے کو دوسرا حرام کرے۔ کیا یہ
شریعت ہے یا حکم نفس و شیطان ہے؟ بلکہ اگر برابر ہوتے تو نہ برابر
ہوتے کہ تو نے وہ حرام جو تیرے بعض بھائیوں نے کیا یوں مٹایا کہ
دوسرے حرام کا خود بھی مرتکب ہوا اور اس بھائی کو بھی اس کی
طرف بلایا۔ تو پہلے فقط اسی کا پاؤں پھسلا اور اب تُو اور وہ دونوں گمراہی
میں مبتلا۔ جانے دے، ہم تیرے لیے ان سب سے در گزرے۔ تجھے
اتنا بس تھا کہ نزاع فساد خیز چھوڑنے کی طرف بلاتا، قوم کو اس محبت و
اتحاد کی دعوت دینے پر تجھے کس نے ابھارا۔ کیا تو نے اس سے شرعِ
مبین کی مخالفت نہ کی۔ کیا تو نے اس سے عام مسلمین کی خیانت نہ کی،
اور تجھے اے کمینے ہم دیکھتے ہیں کہ اس پر بھی تو نہ رُکا۔ بلکہ اترا کر اڑ چلا
اور مذہب سے انتہا درجے کی ضد باندھنے پر تُلا۔ کیا ہم نہیں دیکھتے جو
تیری تحریروں میں ہے، تیرے لکچراروں منادیوں کی تقریروں میں
ہے، سنت کی توہین منانا، بدعت کو آسان بتانا، حق کی مذمت، باطل کی
مدحت، ائمۂ اسلام کی سخت اہانت، کمینے گمراہوں کی تعریف کے نغمے
بلکہ یقیناً کفر والحاد کے کلمے کیا یہ دین ہے؟ کیا یہ شرع ہے؟ کیا یہ اسلام
و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز العلام۔ اب اپنے عذروں کو سوجھ جو
تیرے کبیرہ جرموں سے بھی زیادہ بے لطف تھے۔ کدھر تتّر بتّر گئے۔
کیا تیرے مکر سے تیرے دل کی گھٹن جانے والی ہے؟ اور اللہ اپنے
دین کا نگہبان و والی ہے۔ اور سب خوبیاں خدا کو جس نے ساری مخلوق
پالی ہے۔

بست و ہشتم

جب کہ ولید و بکر و عمر و مخلد وغیرہم لکچریاں ندوے کے اقوال اس
درجہ شناعت پر تھے جیسا کہ آپ نے افادہ فرمایا تو کیا جو حکم ان قائلوں
پر لگے بعینہٖ ان پر بھی لگیں گے جنہوں نے وہ اقوال قبول کیے ان کی،
اجازت دی انہیں، چھاپا شائع کرایا اور ایسی حالت میں شرع ندوے کی
شرکت اور مال وبدن سے اس کی اعانت پر کیا حکم فرماتی ہے ہمیں
فائدہ بخشیے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔

الجواب

اشخاصِ مذکورہ کے اقوالِ مسطورہ پر جو احکام الحاد وضلال وافتراء علی
اللہ وعلی الرسول و دشمنی حق و مدد گاری باطل وغیرہا کے جڑے۔ وہ
سب قائلوں کی طرف قبول کرنے والوں پر بھی پڑے۔ ان کے بوجھ

میں ان کی گردنیں بھی دبیں، اور ان پر سے کچھ بار کی کمی نہیں کہ اجازت اور بے رد و انکار اشاعت قبول دلپسند ہے۔ اور ہر گناہ کی پسند اس کی مثل گناہ بلکہ کبھی وبال گراں میں اس سے بھی بلند ہے۔ مثلاً کفر کی پسند کفر، الحاد کی الحاد، بدعت کی بدعت اور گناہ کی گناہ بلکہ صریح کفر ہے جبکہ اس کی حرمت منجملہ ضروریاتِ ایمان اور خدا کی پناہ جو ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ تو اراکین ندوہ اور جتنے ان کی موافقت کا دم بھریں۔ سب پر فرض کہ ان گمراہ عقیدوں باطل خیالوں سے فوراً توبۂ نصوح کریں پس اگر وہ تائب ہوں اور اپنے حال کی اصلاح کرلیں جب تو تمہارے دینی بھائی ہیں ورنہ مسلمانوں پر واجب کہ انہیں چھوڑدیں ان کے پاس نہ جائیں۔ ان کی نزدیکی سے فوراً فرار کی ٹھہرائیں، ان کی شرارت کو بڑی آگ تصور فرمائیں۔ مال یا بدن سے ان کی کوئی اعانت کر کے اپنی گردن پر بارِ گناہ نہ اٹھائیں کہ تمہارے نبی ﷺ نرم دل مہربان، تمہاری بھلائی کے کمال خواہاں، تم پر تمہاری جانوں سے بڑھ کر مہربان نے تمہیں حکم دیا اور فرمایا اور انہی کا ارشاد سچا ہے کہ ''ان لوگوں سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں یہ تمہیں بہکانہ دیں کہیں یہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔'' جسے اپنا دین عزیز ہو تو راہ یہ ہے اور ہدایت و توفیق اللہ ذوالجلال کے اختیار ہم اللہ سے عفو و عافیت مانگتے ہیں۔ سب خوبیوں سراہا اللہ سارے جہان کا پروردگار۔ اللہ درود بھیجے مخلوقِ الٰہی کے انتخاب، الٰہی آسمان کے آفتاب، ہمارے مولیٰ و سردار محمد اور ان کے آل و اصحاب سب پر۔ یہ فتویٰ لکھا گیا جب دو راتیں گزری تھیں ہزار دوم کے تیسری صدی کے دوسرے عشرے کی تیسرے سال کے دسویں مہینے کے پچھلے نصف سے ان کہ ہجرت سے جو میرے دین و ایمان ہیں، میرے امن وایمان ہیں۔ آرزوئیں عطافرمانے والے مبارکبادوں کی عطائیں برسانے والے تمام مخلوقِ پروردگار دور و نزدیک سب کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وکرم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکم۔

کتب عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمدی
سنّی حنفی قادری عبد المصطفےٰ احمد رضا خاں

حواشی

۱؎ جو کچھ یہاں مذکور ہے عنقریب حواشی سوالات پر منقول ہوتا ہے۔ سوا بعض چیزوں کے کہ یہاں زائد کیں۔ انہیں اب بیان کرتے ہیں۔ ۱۲۔

۲؎ روداد دوم، ص ۱۱، وروداد اوّل ص ۶۲ و ۱۰۹۔

۳؎ مضامین اربعہ ۲۱، ۲۴۔

۴؎ روداد دوم، ص ۳۹، ۱۷۱۔

۵؎ مضامینِ ثلاثہ من، ص ۳۶ الی ص ۳۸۔

۶؎ روداد اوّل ص ۲۸۔

۷؎ روداد اوّل من ص ۱۱۸ الی ۱۲۲۔

۸؎ مضامینِ ثلاثہ، ص ۳۶، ۳۷۔

۹؎ مضامین نظم ونثر، ص ۹۰۔

۱۰؎ مضامین نظم ونثر، ص ۹۱۔

۱۱؎ روداد سال اوّل، ص ۲۷، روداد سال دوم، ص ۱۲۱۔

۱۲؎ دستور العمل دفعہ ایضاً، ص ۱۱۶۔

۱۳؎ مضامین نظم ونثر، ص ۹۱، روداد سال اوّل، ص ۶۳۔

۱۴؎ روداد سال اوّل، ص ۶۲ و مضامینِ نظم ونثر، ص ۲۴۔

۱۵؎ مضامین نظم ونثر، ص ۳۴۔

۱۶؎ روداد سال دوم، ص ۹، ۱۰۔

۱۷؎ مضامین نظم ونثر، ص ۲۳۔

۱۸؎ مضامین نظم ونثر، ص ۳۲۔

۱۹؎ روداد سال، ص ۶۸۔

۲۰؎ روداد سال اوّل، ص ۱۰۹۔

۲۱؎ روداد سال اوّل، ص ۱۱۰۔

۲۲؎ روداد سال اوّل، ص ۴، ۶۲، ۶۳، ۴۲ وروداد سال دوم صفحہ ۲۵ او ۱۳۰ و ۱۳۱ او ۱۳۴ او ۱۵۳ وغیرہا مضامین نظم ونثر صفحہ ۱۰۱ او ۱۲۔

۲۳؎ روداد سال اول، ص ۳ و ۴ روداد سال دوم صفحہ ۱۱۸ و ۱۱۹ او ۱۲۵ و ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۸ او غیرہا۔

۲۴؎ روداد سال اوّل، ص ۳ و سال دوم ص، ۱۱۸ او ۱۲۶ مع غزوہ لہدم سماک الندوہ از اول، ص ۱۸ تا آخر، ص ۲۲ وروداد اول، ص ۴ و دوم، صفحہ ۱۱۸ و ۱۲۵ مع مضامین ثلثہ صفحہ ۳۴ و ۳۶، ۳۷، روداد اول، ص ۵ و ۶ و دوم، ص ۱۱۸ و ۱۴۰ وغیرہا و ص ۱۵ مع ۱۶ و ۱۷۔

۲۵؎ روداد، ص ۴ و دوم صفحہ ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۳ و ۱۲۵ و ۱۲۸ و ۱۳۰ و ۱۳۳ او غیرہا و ص ۱۵ مع ص ۱۶، ۱۷۔

۲۶۔ مضامینِ ثلاثہ، ص۲۹ روداد اول، ص ۳۳و ص ۸۲ مضامین نظم ونثر، ص۱۰۱و۱۰۶۔
۲۷۔ روداد سال اول، ص ۳۴۔
۲۸۔ مضامینِ نظم ونثر، ص ۳۲ مضامینِ اربعہ، ص ۳۴روداد دوم، ص ۱۰۔
۲۹۔ مضامینِ اربعہ، ص ۱۰۔
۳۰۔ روداد اوّل، ص ۶۲، مضامینِ ثلاثہ، ص ۲۶۔
۳۱۔ روداد اوّل، ص ۱۰۲ و ۱۰۳۔
۳۲۔ مضامینِ اربعہ، ص ۱۸۔
۳۳۔ روداد دوم، ص ۱۰۔
۳۴۔ روداد اوّل، ص ۱۸۔
۳۵۔ روداد اوّل، ص ۱۰۹۔
۳۶۔ مضامینِ اربعہ، ص ۱۸۔
۳۷۔ مضامینِ اربعہ، ص ۱۹۔
۳۸۔ روداد دوم، ص ۱۰۔
۳۹۔ روداد اول، ص ۶۹۔
۴۰۔ مضامینِ اربعہ، ص ۳۹۔
۴۱۔ مضامینِ اربعہ، ص ۲۶ و ۲۷ و ۳۶۔
۴۲۔ مضامینِ، ص ۲۷ و ۲۸۔
۴۳۔ روداد اول، ص ۳۰ و روداد سال دوم، ص ۸۔
۴۴۔ یعنی آدھے پورے سے اشارہ کر کے کہا کہ ایک لفظ کیسا میں آدھا لفظ بھی تجھ سے سننا نہیں چاہتا۔ مترجم۔
۴۵۔ جس کا نام تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس رکھا اس کے بھائی نے اپنے مطبع صدیقی بریلی میں چھاپا۔
۴۶۔ رسالہ مذکورہ، ص ۲۔
۴۷۔ اَقولُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔
۴۸۔ ایضا، ص ۴۔
۴۹۔ ایضا، ص ۳۔
۵۰۔ ایضا، ص ۱۶۔
۵۱۔ ایضا، ص ۳۳۔
۵۲۔ روداد دوم، ص ۹۔
۵۳۔ روداد سال دوم، ص ۶۰۔
۵۴۔ ایضا، ص ۶۲۔
۵۵۔ ایضا، ص ۶۳۔
۵۶۔ ایضا، ص ۶۰۔
۵۷۔ روداد سال اوّل، ص ۶۴۔
۵۸۔ یہاں خدا کے یہاں ذلیل بے عزت یا تباہ کار مفسد کہ جس چیز میں پڑیں تباہ کر دیں۔ مترجم۔
۵۹۔ مضامینِ اربعہ، ص ۱۷ و ۱۸۔
۶۰۔ روداد سال دوم، ص ۱۰۔
۶۱۔ مضامینِ اربعہ، ص ۱۹۔
۶۲۔ مضامینِ اربعہ، ص ۱۲ و ۱۴۔
۶۳۔ مضامینِ اربعہ، ص ۲۰۔
۶۴۔ ندوے کی پہلی برکت، ص ۳۔
۶۵۔ مضامینِ اربعہ، ص ۳۸۔
۶۶۔ ایضا، ص ۱۶۔
۶۷۔ مضامینِ اربعہ، ص ۲۱۔
۶۸۔ روداد سال اول، ص ۶۲۔
۶۹۔ روداد سال اوّل، ص ۱۰۹۔
۷۰۔ روداد سالِ اوّل، ص ۵۷۔
۷۱۔ ایضا، ص ۵۷۔
۷۲۔ ایضا، ص ۵۹۔
۷۳۔ ایضا، ص ۶۱۔
۷۴۔ روداد سال اوّل، ص ۴۱۔
۷۵۔ مضامین نظم ونثر، ص ۴۷۔
۷۶۔ ایضا، ص ۴۶ و ۴۷۔
۷۷۔ مضامین نظم ونثر، ص ۹۲ و ۹۳۔
۷۸۔ دیکھو فتاویٰ السنہ جواب سول اوّل۔
۷۹۔ ندوے کی پہلی برکت۔
۸۰۔ ایضاً۔
۸۱۔ مضامینِ اربعہ، س ۳۹، مضامینِ نظم ونثر، ص ۳۲ و ۳۳۔
۸۲۔ روداد سال دوم، ص ۹۰۔
۸۳۔ مراسلات سنت وندوہ، ص ۱۲۔
۸۴۔ روداد سال دوم، ص ۸ وغیرہ۔
۸۵۔ روداد سال دوم، ص ۸۔
۸۶۔ ایضا، ص ۹۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

پیشہ ورانہ مشاورت اور امام احمد رضا

پروفیسر دلاور خاں

عصرِ حاضر میں سائنس، ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر کی ترقی کی وجہ سے مختلف پیشے معرض وجود میں آرہے ہیں۔ فرد اسی وقت معاشرے میں مطابقت حاصل کر سکتا ہے جب وہ بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرے۔ آج کے مختلف پیشے فرد سے مخصوص صلاحیتوں اور مہارتوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔

طب، زراعت، ایجوکیشن اور انجینئرنگ اور دیگر ادارے پیشہ ورانہ تعلیم کے ادارے ہیں۔ ان سے فارغ التحصیل افراد مخصوص پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے حامل ہو کر عملی زندگی میں خدمات انجام دیتے ہیں۔ یہ پیشہ عام طور پر اس کی صلاحیتوں اور رجحانات کے مطابق ہوتا ہے۔ موزوں پیشہ اختیار کرنے سے نہ صرف فرد کے معاشی تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے بلکہ اگر کوئی پیشہ فرد کے تقاضوں اور صلاحیتوں کے مطابق ہو گا تو اس میں فرد کی کارکردگی بھی بہتر ہو گی۔ پیشہ ورانہ تعلیم کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کی بدولت قوم سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کرتی ہے۔ افراد کی شخصیت کی جامع نمو کے لیے نظریاتی تربیت کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ تربیت بھی ضروری ہے۔

مشاورت کا عمل کے واضح مقصد یہ ہے کہ فرد کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنے مسائل کو خود حل کرنے کے قابل ہو جائے۔ اس میں فرد کی انفرادی کاوش اور احساس وشعور کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مشاورت دراصل خود شناسی کا عمل ہے۔ اس کے ذریعے فرد میں خود شناسی کا شعور پیدا کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے حالات کو بخوبی سمجھے، اپنی صلاحیت کا ادارک کرے اور اپنی اہلیت سے مسئلہ حل کرنے کے قابل ہو سکے۔ مشاورت کی چند تعریفات ملاحظہ فرمائیں: "کسی فرد کو مسائل کے حل اور تمام مطلوبہ مقاصد کے حصول میں ہر طرح سے مدد دینے کا نام مشاورت ہے۔" "مشاورت ایسا انفرادی معاونت کا طریقہ ہے جو کسی طالبِ علم کو اس کی امکانی پوشیدہ صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں دیا جاتا ہے۔" "مشاورت دو افراد کے مابین دوطرفہ تعلق ہے، جس میں ایک تربیت یافتہ فرد دوسرے فرد کی اس طرح مدد کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماحول کو بدل سکے۔"

امام احمد رضا محدث حنفی نے اپنی زندگی کے شب و روز اس لگن اور فکر میں گزارے کہ امتِ مسلمہ دنیاوی اور اخروی کامیابیوں سے ہم کنار ہو۔ اسی مرکزی نکتے کے تحت آپ نے زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رہبری کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کی کتب اور فتاوٰی رضویہ اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ زندگی کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد نے جب بھی رہبری ورہ نمائی کے لیے درِ رضا پر دستک دی، آپ نے انہیں کبھی مایوس نہیں کیا اور بہتر سے بہتر رہنمائی و مشاورت فراہم کی۔ وہ مشاورت خواہ عائلی ہو یا سیاسی، معاشی ہو یا معاشرتی، تعلیمی ہو یا مذہبی، ادبی ہو یا روحانی یا پیشہ ورانہ مشاورت ورہنمائی۔ اسی خصوصیت نے آپ کو مرجع خلائق بنا دیا۔ آپ کی تصانیف سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ آپ ایک مفتی کو کس قسم کی مشاورت فراہم کرتے ہیں، ایک قاضی کی کس طرح رہبری کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ آپ کی مشاورت اور رہنمائی ایک وسیع موضوع ہے جس کا اس مختصر سے مقالے میں احاطہ کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف بھی نہیں۔ راقم نے اپنے اس مقالے کو "طبیب" تک ہی کی مشاورت ورہنمائی تک محدود رکھا ہے کہ مفکر اسلام امام احمد رضا نے طبیب کو کس طرح کی پیشہ ورانہ مشاورت ورہنمائی عطا کی جس کے ذریعے ایک طبیب اپنی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور مہارتوں کا ادراک کر کے ایک کامیاب طبیب بن کر ملک و قوم کی خدمت کر سکتا ہے۔

"برادر عزیز مولانا عبد العزیز سلمہ العزیز عن کل رجیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط آیا خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دست شفابخشے اور جفاو شقا سے محفوظ رکھے۔ برادرم! تم طبیب ہو، میں اس فن سے محفوظ۔ مگر وہ دلی محبت، جو مجھے تمہارے ساتھ ہے، مجبور کرتی ہے کہ چند حرف تمہارے گوش زد کروں۔

(۱) جان برادر۔ مشکل ترین امور ہنگام استخراج احکام جزئیہ میں، جیسے فقہ و طب، جس طرح فقہ میں صدہا حوادث ایسے پیش آتے

ہیں جو کتب میں نہیں اور ان میں حکم لگانا ایک سخت و دشوار گزار پہاڑ عبور کرنا ہے۔ جس میں بڑے بڑے ٹھوکریں کھاتے ہیں، بعینہ یہی حال طب کا ہے۔ بلکہ اس سے بھی نازک تر، بالکل بے دیکھی چیز پر حکم کرنا ہے۔ پھر اگر آدمی قابلیت تامہ نہیں رکھتا اور برائے خود کچھ کر بیٹھا، اگرچہ اتفاق سے ٹھیک بھی اتری، گنہ گار ہو گا۔ جس طرح تفسیر قرآن کے بارے میں ارشاد ہوا من قال فی قرآن برائه فاصاب فقد اخطا جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے اور ٹھیک ہی کہے، جب بھی خطا کی۔

یوں ہی حدیث شریف میں فرمایا: من تطیب ولم یعلم منه طب فهو ضامن۔ جو طب کرنے بیٹھا اور اس کی طب کے بارے میں معلومات نہیں پس اس پر تاوان ہے۔ یعنی اس کے علاج سے کوئی بگڑ جائے گا، تو اس کا خون بہا اس کی گردن پر ہو گا۔ گرچہ کسی شفیق نے تمہیں مجاز و ماذون کر دیا۔ مگر میری رائے میں تم ہر گز ہنوز مستقل تنہا گوارا نہ کرو اور جب تک ممکن ہو مطب دیکھتے اور اصلاحیں لیتے رہو۔ میں نہیں کہتا کہ جداگانہ معالجہ کے لئے نہ بیٹھو۔ بیٹھو، مگر اپنی رائے کو ہر گز رائے نہ سمجھو اور ذرا ذرا میں اساتذہ سے استعانت لو۔

(۲) رائے لینے میں کسی چھوٹے بڑے سے عار نہ کرو۔ کوئی علم (میں) کامل نہیں ہوتا، جب تک آدمی بعد فراغ درس جس دن اپنے آپ کو عالم مستقل جانا، اسی دن اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔

(۳) کبھی محض تجربہ پر بے تشخیص حادثہ خاص اعتماد نہ کرو۔ اختلاف فصل، اختلاف بلد، اختلاف عمر، اختلاف مزاج، وغیرہا بہت باتوں سے علاج مختلف ہو جاتا ہے۔ ایک نسخہ ایک مریض کے لئے ایک فصل میں صدہا بار مجرب ہو چکا، کچھ ضرور نہیں کہ دوسری فصل میں بھی کام دے۔ بلکہ ممکن کہ ضرر پہنچائے وعلی هذا اختلاف البلاد والاعمار وامزجه وغیرها۔

(۴) مرض کبھی مرکب ہوتا ہے۔ ممکن کہ ایک نسخہ ایک مرض کے لئے تم نے فصولِ مختلفہ، بلاد متعددہ، واعمار متفاوتہ وامزجہ متبائنہ میں تجربہ کیا اور ہمیشہ ٹھیک اترا، مگر وہ مرض سادج تھا یا کسی ایسے مریض کے ساتھ، جسے یہ مضر نہ تھا، اب جس شخص کو دے رہے ہو، اس میں ایسے مرض سے مرکب ہو، جس کے خلاف تو ضرر دے گا اور وہ تجربہ صد سالہ لغو ہو جائے گا۔

(۵) ابھی ابتدائے امر ہے۔ کبھی بعض دلالات پر مدار تشخیص نہ کہو۔ مثلاً صرف نبض یا مجرد تفسرہ یا محض استماع حال پر قناعت نہ کیا، تو کیا ممکن نہیں کہ نبض دیکھ کر ایک بات تمہاری سمجھ میں آئے اور جب قارورہ دیکھو، رائے بدل جائے۔ تو بالضرور حتی الامکان بطرف تشخیص کو عمل میں لاؤ اور ہر وقت اپنی علم و فہم و حول و قوت سے بری ہو کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں التجا کرو کہ القائے حق فرمائے۔ یہی مجرب شفا ہوتے ہیں۔

(۶) کبھی کیسے ہی ہلکے سے ہلکے مرض کو آسان نہ سمجھو اور اس کی تشخیص و معالجہ میں سہل انگاری نہ کرو۔

دشمن نہ تواں حقیر و بے چارہ شمرد

ہو سکتا ہے کہ تم نے بادی النظر میں سہل سمجھ کر جہد تام نہ کیا اور وہ باعثِ غلطیِ تشخیص ہوا، جس نے سہل کو دشوار کر دیا۔ یا فی الواقع اسی وقت ایک مرض عسیر تھا اور تم قلت تحقیق سے آسان سمجھ لئے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ دق سا دشوار مرض والعیاذ باللہ تعالیٰ اول اتنا سہل معلوم ہوتا ہے۔

(۷) مریض یا اس کے تیماردار جس قدر حال بیان کرے۔ کبھی اس پر قناعت نہ کرو۔ ان کے بیان میں بہت باتیں رہ جاتی ہیں، جنہیں وہ نقصان نہیں سمجھتے یا ان کے خیال اس کی طرف نہیں جاتے۔ ممکن کہ وہ سب بیان میں آئے۔ صورت واقعہ دگر گوں معلوم ہو، میں نے مسائل میں صدہا آزمایا ہے کہ سائل نے تقریراً یا تحریراً جو کچھ بیان کیا، اس کا حکم کچھ اور تھا۔ جب تفتیش کرکے تمام مالہ وماعلیہ اس سے پوچھے گئے، اب حکم بدل گیا۔ بہت مواقع پر ہم لوگوں کو رخصت ہے کہ مجرد بیانِ مسائل پر فتویٰ دے دے، مگر طبیب کو ہر گز اجازت نہیں کہ بے تشخیص کامل زبان کھولے۔

(۸) تمام اطباء کا معمول ہے الامن شاء اللہ کہ نسخہ لکھا اور حوالہ کیا، ترکیب استعمال زبان سے ارشاد نہیں ہوتی۔ بہت مریض جہلاءِ زمانہ ہوتے ہیں کہ آپ کا لکھا ہوا نہ پڑھ سکیں گے۔ طبیب صاحب کو اعتماد یہ ہے کہ عطار بتا دے گا۔ عطار کی وہ حالت ہے کہ مزاج نہیں ملتے اور ہجوم مرض سے اس بچارے کے خود حواس گم ہے۔ اس جلدی میں انہوں نے آدھی چہارم بات کہی اور دام سیدھے کیے اور رخصت۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ غلط استعمال سے مریض کو مضرتیں پہنچ گئیں۔ لہٰذا بہت ضروری ہے کہ تمام ترکیبِ دوا و طریقۂ اصلاح و استعمال خوب سمجھا کر سمجھ کر ہر مریض سے بیان کرے۔ خصوصاً جہاں احتمال ہو کہ فرق آنے سے نقصان پہنچ جائے گا۔

(۹) اکثر اطباء نے کج خلقی و بد زبانی و خر دماغی و بے اعتنائی اپنا شعار کر لی، گویا طب کسی مرض مزمن کا نام ہے، جس نے یوں بد مزاج کر لیا۔ یہ بات طبیب کے لئے دین و دنیا میں زہر ہے۔ دین میں تو ظاہر ہے کہ تکبر و رعونت و تشدد و خشونت کس درجہ مذموم

ہے۔ خصوصاً حاجت مند کے ساتھ اور دنیا میں یوں کہ رجوع خلق ان کی طرف کم ہوگی۔ وہی آئیں گے، جو سخت مجبور ہو جائیں گے۔ لہٰذا طبیب پر اہم واجبات سے ہے کہ نیک خلق، شیریں زبان، متواضع، حلیم، مہربان ہو۔ جس کی میٹھی باتیں شربت حیات کا کام کریں۔ طبیب کی مہربانی و شیریں زبانی مریض کا آدھا مرض کھو دیتی ہے اور خواہی نخواہی ہر دل عزیز اس کی طرف جھکتے ہیں اور نیک نیت سے ہوتا ہے، تو خدا بھی راضی ہوتا ہے۔ جو خاص جالب دست شفاء ہے۔

(۱۰) بہت جاہل اطباء کا انداز ہے کہ نبض دیکھتے ہی مرض کا عسیر العلاج ہونا بیان کرنے لگتے ہیں، اگرچہ واقعی میں سہل التدارک ہو۔ مطلب یہ کہ اچھا ہو جائے گا تو ہمارا شکر زیادہ ادا کرے گا اور شہرہ بھی ہوگا کہ ایسے بگڑے کو تندرست کیا۔ حالانکہ یہ محض جہالت ہے۔ بلکہ اگر واقع میں اگر مرض دشوار بھی ہو، تاہم ہرگز اس کی بو آنے نہ پائے کہ یہ سن کر درد مند دل ٹوٹ جاتا ہے اور صدمہ پاکر ضعف طبیعت باعث غلبۂ مرض ہوتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ بکشادہ پیشانی تسکین و تسلّی کی جائے کہ کوئی بات نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، اب آپ اچھے ہوئے۔

(۱۱) بعض احمق ناکردہ کار یہ ظلم کرتے ہیں کہ دوا کو ذریعہ تشخیص مرض بتاتے ہیں۔ یعنی جو مرض اچھی طرح خیال میں نہ آیا۔ انہوں نے رجماً بالغیب ایک نسخہ لکھ دیا کہ اگر نفع کیا تو فبہا، ورنہ کچھ حال تو کھلے گا۔ یہ حرام قطعی ہے۔ علاج بعد تشخیص ہونا چاہیے نہ کہ تشخیص بعد علاج۔

اس قسم کی صدہا باتیں ہیں، مگر اس قلیل کو کثیر پر حمل کرو اور میں انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً تمہیں مطلع کرتا رہوں گا۔ بہت باتیں ایسی ہیں، جن کا اس وقت بیان ضرور نہیں۔ جب خدا نے کیا کہ تمہارا مطب چل نکلا اور رجوع خلائق ہوئی۔ اس وقت ان شاء اللہ العظیم بیان کروں گا۔ اگر تمہیں یہ میری تحریر مقبول ہو، تو اسے بطور دستور العمل اپنے پاس رکھو اور اس کے خلاف کبھی نہ چلو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت نفع پاؤ گے اور اگر یہ سمجھ کر یہ طب سے جاہل ہے، اس فن میں اس کی بات پر کیا اعتماد، تو بے شک یہ خیال تمہارا بہت صحیح ہے۔ اس تقریر پر مناسب ہے کہ اپنے اساتذہ کو دکھالو اور وہ پسند کریں، معمول یہ کرو۔ والسلام خیر ختام (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ) ۴؍ جمادی الآخر، روز جمعہ ۱۳۰۶ھ" (ماخوذ از ماہنامہ "الرضا" بریلی شمارہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ ص ۱۹ تا ۲۰")

پیشہ ورانہ مشاورت و رہنمائی کے اصول:

اس خط میں امام احمد رضا محدث حنفی علیہ الرحمۃ طبیب کے خصوصیات معالج اور مریض کا تعلق طبیب کے فرائض اور ذمّے داریاں انسانی زندگی اور صحت کی اہمیت کے بارے میں طبی نقطۂ نظر سے جو رہنمائی فرمائی ہے اس سے درج ذیل میڈیکل ضابطۂ اخلاق کے اصولوں کی اس طرح وضاحت ہوتی ہے۔

(۱)۔ طبیب جفا اور شقا سے محفوظ ہو۔

(۲)۔ طبیب بطور تجربہ کسی مریض کا علاج مت کرے۔

(۳)۔ گاہے بگاہے ماہرین اطباء سے پیشہ ورانہ مشاورت و استعانت جاری رکھی جائے۔

(۴)۔ محض تجربے کی بنیاد پر بغیر تشخیص مرض علاج نہ کیا جائے۔

(۵)۔ عام اور معمولی مرض کو آسان نہ سمجھا جائے۔

(۶)۔ تشخیص و معالجے میں سہل انگاری و عدم توجہی سے کام نہ لیا جائے۔

(۷) صرف اور صرف مریض یا تیمارداروں کی بہم کردہ معلومات پر علاج و ادویات تجویز مت کی جائیں۔

(۸)۔ طبیب کو ہرگز اجازت نہیں کے بغیر تشخیص کامل کے مرض کے بارے میں اظہار رائے کرے۔

(۹)۔ مریض کو ترکیب دوا، پرہیز اور طریقۂ استعمال کو خوب اچھی طرح سمجھایا جائے۔

(۱۰)۔ مریض کے ساتھ (الف): کج خلقی۔ (ب): بدزبانی۔ (ج): خردماغی۔ (د): بے اعتنائی سے گریز کیا جائے۔

(۱۱)۔ طبیب کی مہربانی اور شیریں زبانی، مریض کا آدھا مرض کھو دیتی ہے۔ اس لئے طبیب پر واجب ہے کہ وہ (الف): نیک خلق۔ (ب): شیریں زبان۔ (ج): متواضع (د): حلیم۔ (ہ): مہربان ہو۔

(۱۲)۔ سرسری تشخیص یا چہرہ و نبض کو دیکھ کر مریض کے علاج کو مشکل قرار نہ دیا جائے۔

(۱۳)۔ اگر مرض دشوار بھی ہو تو مریض کو اس اطلاعات سے گریز کیا جائے۔ کیونکہ صدمہ پاکر ضعف طبیعت کے باعث مریض پر غلبہ مرض ہو سکتا ہے۔

(۱۴)۔ مریض کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آیا جائے اور تسلی دی جائے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ جلد صحت یاب ہو جائے گا۔

(۱۵)۔ مریض کے علاج سے پہلے کامل تشخیص کی جائے نہ کہ تشخیص بعد علاج کے۔

(۱۶)۔ سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے سہل علاج کو دشوار قرار نہ دیا جائے۔

(۱۷)۔ نیک نیت سے علاج کیا جائے، تو خدا بھی راضی ہوتا ہے۔ جو خاص جالب دست شفا ہے۔

(۱۸)۔ بدمزاجی طبیب کے لئے دین و دنیا میں زہر ہے۔

"جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکابر علماءِ اہلِ سنّت کا کلیدی کردار"

ایک تحقیقی جائزہ

بلقیس صدیقی (ریسرچ اسکالر، شعبۂ علومِ اسلامی، جامعہ کراچی)

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کا آغاز میرٹھ سے ہوا۔ ۱۱ مئی کی صبح کو میرٹھ کی دیسی فوج دہلی پہنچی اور بہادر شاہ ظفر، مغل شہزادوں اور لال قلعہ کے اربابِ اختیار کو مجبور کیا کہ وہ برِّصغیر سے انگریزوں کو نکالنے کے لیے میدانِ جنگ میں اُتریں۔ بہت جلد اس کے اثرات پورے ملک میں پھیل گئے اور اس کی ہمہ گیری و وسعت پزیری نے جہاں ہندوستانی فوج پر بے پناہ اثر ڈالا، وہاں علما، نواب، جاگیر دار اور عام عوام سبھی حالات کی رفتار سے مجبور ہوگئے کہ شمشیر بکف ہو کر میدانِ مبارزہ میں نکل پڑے۔ چنانچہ چند ہی روز میں ہر طبقہ وخیال کے لوگ آمادہ پیکار ہوگئے اور سب نے ملک کو انگریزوں کے وجود سے پاک کرنے کے لیے ہر قسم کی قربانی کا فیصلہ کرلیا۔ بے شک ان سب کی تکلیفیں مختلف تھیں اور مصائب و مشکلات جداگانہ تھے، لیکن واقعات کے دھارے نے کچھ ایسارُخ اختیار کرلیا تھا کہ انگریزوں کے خلاف سب متفق اللسان، متحد الخیال تھے۔ مثلاً دیسی فوج کو یہ شکوہ تھا کہ انگریز فوج کے مقابلے میں ان کی تنخواہیں بہت کم تھیں اور یہ ان تمام مراعات سے محروم تھے جو انگریز فوج کو حاصل تھیں۔ حالانکہ اطاعت شعاری، و فاداری اور دشمن سے معرکہ آرائی میں دیسی فوج ہمیشہ پیش پیش رہتی تھی اور اس کا اعلیٰ انگریزی افسروں کو بھی اعتراف تھا۔ علاوہ ازیں کسی اونچے اور ذمّے دار عہدے پر کوئی ہندوستانی فائز نہ تھا۔ ہر جگہ انگریز چھائے ہوئے تھے، جبکہ بے شمار ہندوستانی فوج نہایت قابل تھے۔ ان کی فوجی خدمات بہت پرانی تھیں اور ان کا سابقہ ریکارڈ عمدہ تھا۔ مگر انگریز حکومت اور اعلیٰ حکام ان پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ اور ان کو بلند مناصب پر متعین کرنا اُنہیں منظور نہ تھا۔ پھر چربی والے کارتوسوں کے استعمال کا جبری حکم ان کے لیے مزید باعثِ اہانت تھا۔ نوابوں اور جاگیر داروں پر یہ مصیبت ٹوٹ پڑی تھی کہ ان کی ریاستیں چھینی جارہی تھیں اور جاگیروں پر قبضہ کیا جارہا تھا۔ ان میں سے بعض کو اتنے قلیل اور محدود وظیفے دیے گئے کہ ان کا گزارا تک مشکل ہوگیا۔ یہ اپنی جگہ با اختیار اور ریاستوں کے مالک تھے۔ یہ صورت کسی بھی طرح ان کے لیے موجبِ اطمینان اور باعثِ سکون نہیں ہوسکتی تھی۔ یہی لوگ اس وقت تک خاموش رہے جب تک حالات نے ایک منظّم تحریک کی شکل اختیار نہیں کرلی۔ جوں ہی حالات نے پلٹا کھایا حکومت اور انگریز حکومت اور اس کی پالیسی کے خلاف ایک عام حرکت پیدا ہوئی لوگ تلوار ہاتھ میں پکڑ کر میدان میں آگئے۔

برِّصغیر کے مسلمان بالخصوص انگریزوں سے نفرت رکھتے تھے، کیونکہ انگریز نے براہِ راست مسلمانوں ہی سے حکومت چھینی تھی اور مسلمان ہی ان کے تیغِ ستم کا اولین ہدف بنے تھے۔ اس سے قبل انگریز کے ہاتھوں سراج الدولہ کے بے رحمانہ قتل اور سلطان ٹیپو کی شہادت کا حادثہ بھی نوکِ شمشیر سے تاریخ ہند کے صفحات میں نقش ہوچکا تھا اور اب دلی کے لال قلعہ میں تیمور کا وارث انگریز کی مکارانہ اور جابرانہ حکمتِ عملی سے مجبور و بے بس ہوا بیٹھا تھا۔ اقتدار و اختیار کی باگ ڈور مغلوں کے قبضے سے نکل کر کمپنی بہادر کے ہاتھ میں منتقل ہوچکی تھی اور مسلمان اپنی آنکھوں کے سامنے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ظاہر ہے وہ اس شدید ضرب کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ ان کی حمیت بیدار ہوئی، غیرت نے جوش مارا اور اپنے اہلِ وطن کے اشتراک سے انگریز کے جبر وقہر سے پنجہ آزمائی شروع کی۔

علمائے کرام اور مذہبی و دینی عناصر انگریزی عمل داری سے اس لیے نالاں تھے کہ انگریز براہِ راست مذہب میں داخل ہونے لگا تھا۔ پادریوں کا ایک جال ملک میں بچھا دیا گیا تھا۔ جس کا مقصد اہلِ

ہند کو وسیع پیمانے پر عیسائی بنانا تھا، تاکہ اس ملک میں عیسائی حکومت کے خلاف کوئی شورش بپانہ ہوسکے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ ملک کی بہت بڑی آبادی حلقہ بہ گوشِ عیسائیت ہو جاتی۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے یہاں بڑے بڑے اور معروف پادری بھیجے گئے، جنہوں نے مذہب کی پوری بے باکی اور جُرأت سے تبلیغ کی۔ بالخصوص اسلام پر ایسے شدید حملے کیے اور اتنی نکتہ چینی کی کہ کوئی خود دار اور دین دار آدمی اس کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر امتحان وابتلا کا کوئی ایسا کڑا وقت آیا تو علما و فقہائے کرام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے معاملے میں کسی غفلت اور کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مثلاً خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہ کو عہدۂ قضا قبول نہ کرنے پر قید کر دیا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و عزت و تکریم میں کوئی کمی یا فرق واقع نہ ہوا تو خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو زہر دے کر ہلاک کرادیا۔ امام احمد بن حنبل نے ڈھائی برس تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ امام مالک بن انس کی سر بازار تشہیر کرائی گئی۔ حافظ ابن عبد البر کو وطن سے جلا وطن کر دیا گیا، مگر ان سب حضرات نے ان تمام دنیاوی مصائب کو امتحان اور ابتلا سمجھ کر صبر و شکر، عزم و استقلال اور خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور ان کے عزم و ثبات میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔[۱] اسی طرح ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں فقہا و علمائے کرام نے اسلامی جمعیت اور استخلاص وطن کے لیے بھرپور حصہ لیا۔ ان علمائے کرام میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جنہوں نے فتاوے جہاد مرتب فرمایا اور اس پر دستخط کیے، وہ بھی شامل ہیں جن کا شمار مرتبین فتوٰی کے تلامذہ و معتقدین میں ہوتا ہے اور وہ بھی ہیں جو ان کے برابر کا درجہ رکھتے تھے علمائے کرام کی اس وسیع فہرست میں چند کے اسمائے گرامی پیش کیے جارہے ہیں۔ ان علمائے کرام میں سے بعض حضرات نے درجۂ شہادت پایا، بعض کو قید خانوں میں ڈال دیا گیا اور بعض کو کالے پانی بھیجا گیا، بعض ہجرت کرکے حجازِ مقدس چلے گئے۔ یہ اسلام کے شیدائی آزادی و حریت کے پروانے اور دین کے سچے جاں نثار تھے ملک و ملّت کے لیے انہوں نے جو مساعی جمیلہ انجام دیں وہ ہمیشہ کے لیے تاریخ کے سینے میں محفوظ ہوگئی ہیں۔

۱۔ مولانا لیاقت علی

ضلع الہ آباد (یوپی) کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اپنے مریدوں کو ہمیشہ جہاد کی تلقین و ترغیب فرماتے۔ انگریزوں کے خلاف انہوں نے مختلف اشتہارات شائع کیے جس سے انگریزوں کے خلاف لوگوں میں تحریک اُٹھی۔ نہایت دلیر اور جری بزرگ تھے۔ بالآخر گرفتار ہوئے اور انڈیمان بھیج دیے گئے۔ وہاں پہنچنے کے چند روز بعد ان کا انتقال ہوگیا۔[۲]

۲۔ مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی

اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک اور بہت منتظم و قابل شخص تھے۔ ۱۸۵۷ء کے جہادِ حریت میں ان کی خدمات ہمیشہ نمایاں رہیں۔ ان کی بے پناہ سرگرمیوں کا بڑے بڑے انگریزوں نے اعتراف کیا اور انہیں خراجِ تحسین ادا کرنے پر مجبور ہوئے۔ انہوں نے چاروں طرف اپنے آدمی دوڑا دیے تھے اور ایک عرصے سے انگریزوں کے خلاف فضا ہموار کررہے تھے۔ فوج میں ان کی خفیہ کوششوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اور یہ اہم ذمّے داری انہوں نے متعدد معتبر افراد کے سپرد کررکھی تھی۔ انگریز مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ ان کے خلاف جگہ جگہ وعظ کہتے اور ان کے اقتدار کی بنیادیں متزلزل کرنے میں کوشاں رہتے۔ کہیں اپنے اصل لباس اور وضع وہیئت میں پہنچے اور کہیں فقیروں کے بھیس میں گئے۔ ہر جگہ انگریز کی مخالفت کی۔ اس مردِ مجاہد کو شاہ جہاں پور سے شمال مشرق میں اٹھارہ میل دور راجا پوائیں جگن ناتھ کے بھائی نے گولی مار کر اس وقت شہید کر دیا جب وہ ہاتھی پر سوار تھے اور دعوت پر پوائیں گئے تھے۔ اس بزدل اور دغاباز راجا نے خود ہی ان کو اپنے پاس بلایا تھا۔ اس میں انگریز کے خلاف جنگ کرنے کی جرأت تو نہ تھی البتہ اس شجاع و جری مجاہد کو ختم کر دیا۔

۳۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی

کیرانہ، ضلع مظفر نگر کے باشندے تھے۔ عیسائی لٹریچر پر بہت عبور تھا۔ بڑے بڑے نامور پادری ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ ان کا فیصلہ کن مناظرہ مشہور پادری فنڈر سے رجب (۱۸۵۶ء) میں آگرہ میں ہوا، جس میں پادری مذکور نے شکست کھائی اور اس شکست سے وہ اتنا بددل ہوا کہ اس کے بعد اسے ہندوستان میں رہنے کی جرأت نہیں ہوئی اور وہ انگلستان چلا گیا۔ اضطراب میرٹھ کے بعد

بغاوت کے آثار مظفر نگر پہنچے تو گردو پیش کے لوگوں نے مولانا کو اپنا سالار مقرر کرلیا اور انگریز کے خلاف دادِ شجاعت دی۔ انگریز کامیاب ہوئے تو مولانا کی تلاش شروع ہوئی۔ نہ ملنے پر گرفتاری کا اشتہار دیا گیا، سراغ لگانے اور گرفتار کرانے والے کے لیے انعام کا اعلان کیا گیا۔ مولانا ہجرت کرکے مکۂ معظّمہ پہنچ گئے۔ ۱۸۹۱ء میں مدینۂ منورہ میں وفات پائی۔ ہجرت کے کافی عرصے بعد ۱۸۶۴ء میں انگریزی حکومت نے ان کی جائداد ضبط کرلی تھی۔[۳]

۴۔ مولوی کفایت علی کافی

مراد آباد کے معزز خانوادۂ سادات کے رکن عالم وفاضل، خصوصاً طب، صرف ونحو اور ادب میں کمال حاصل تھا۔ زیادہ تر کلام نعتیہ ہے، بریلی، بدایوں اور مرآباد میں تحصیلِ علم کی۔ تحریکِ ۱۸۵۷ء میں سرگرم حصہ لیا، ہر جمعہ کو جہاد کی اہمیت اور ضرورت پر وعظ کہتے تھے کیونکہ تمام مساجد میں علما کو مقرر کیا گیا تھا کہ مسلمانوں میں جہاد کی روح بیدار کریں۔ مولانا کافی کو نواب مجو خان کی حکومت میں صدر شریعت بنایا گیا۔ وہ عوام میں بیداری پیدا کرنے کے لیے دورے بھی کرتے اور فتوائے جہاد کی نقلیں تقسیم کراتے تھے۔ جب نواب رام پور نے مراد آباد پر قبضہ کرنا چاہا تو آپ خان بہادر خاں سے امداد لینے آنولہ ہوتے ہوئے بریلی پہنچے تو آپ ہی کی فراہم کردہ اطلاعات پر بخت خان رام پور اور مراد آباد آئے تھے۔ مولوی کفایت علی ان کے ہمراہ تھے۔ اپریل ۱۸۶۸ء کے بعد مجسٹروں نے گرفتار کرادیا۔ جب اپنے بارے میں پھانسی کا حکم سنا تو بے حد خوش ہوئے اور مقتل کی طرف اپنی نعتیہ غزل جھوم جھوم کر پڑھتے ہوئے چلے۔ آپ کو مرادآباد جیل کے سامنے پھانسی دی گئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ نظم ونثر میں آپ کی بے شمار تصانیف ہیں، جن میں ''نسیمِ جنّت''، ''خیابانِ فردوس'' اور ''داستانِ صادق'' بہت مشہور ہیں۔[۴]

۵۔ مفتی محمد صدرالدین دہلوی

مولوی فقیر محمد جہلمی رقمطراز ہیں: ''مفتی محمد صدر الدین خان صدر الصدور دہلوی، تمام علوم صرف، منطق، حکمت، ریاضیات، معانی، بیان، ادب، انشاء، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اور درس دیتے تھے۔ آبا و اجداد آپ کے کشمیر کے اہلِ بیتِ علم و صلاح سے تھے۔ آپ کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ علومِ نقلیہ فقہ وحدیث وغیرہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے بھائیوں سے حاصل کرکے سندیں لیں۔ فنونِ عقلیہ کو مولوی فضل امام ولد مولوی فضلِ حق سے اخذ کیا اور شیخ محمد اسحاق دہلوی نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت لکھ کر دی۔ آپ بڑے صاحبِ وجاہت و ریاست اور اپنے زمانے میں یگانہ روزگار اور نادرِ عصر تھے۔ بجز شاہ دہلی کے تمام اعیان و اکابر اور علما و فضلا خاص دہلی اور اس کے نواح کے آپ کے مکان پر حاضر ہوتے تھے۔ اس اخیر وقت میں ایسا فاضل بایں جمعیت اور قوتِ حافظہ وحسنِ تحریر و متانتِ تقریر اور فصاحتِ بیان اور بلاغتِ معانی کے صاحب مروّت و اخلاق اور احسان دیکھا نہیں گیا۔''[۵] مفتی صدرالدین دہلوی اپنے کمالاتِ علمی کی بنا پر فائق الاقران تھے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے دہلی میں صدر الصدور کے عہدے پر متمکن اور مفتی دہلی کے منصب سے سربلند تھے مروت واحسان میں بے مثل تھے۔ دہلی کی جامع مسجد کے پہلو میں مدرسہ دارالبقا میں طلبا کو درس دینے اور ان میں سے اکثر کو طعام ولباس عطا فرماتے دور دراز سے بے شمار علما و طلبا حصول علم کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔[۶] مفتی صاحب کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہنگامۂ ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی کی جامع مسجد کو انگریزوں کے قبضے سے نکالا۔ جامع مسجد غدر میں انگریزی قبضے میں آگئی تھی۔ یہ مقدس عمارت تقریباً دو سال تک فوجی استعمال میں رہی۔ مسلمانِ دہلی فریضۂ نماز کی ادائیگی سے محروم تھے۔ مفتی صاحب نے عمائدِ شہر کی ہم نوائی میں مسجد کی واگزاشت کی سعی کی۔ آپ کے شرکا میں شاہی خاندان کے مرزا الٰہی بخش بھی تھے۔ چنانچہ گورنمنٹ نے ہی مسجد مسلمانوں کے حوالے کی اور مسلمان اکابر شہر کی ایک مختصر جماعت کی انتظامیہ کمیٹی بنائی گئی اس منتظمہ جماعت میں مفتی صاحب اور مولوی اکرام اللہ خان وغیرہ بھی شامل تھے۔[۷]

۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے طول و عرض سے حصولِ آزادی کا غلبہ بلند ہوا۔ یہ نہایت نازک وقت تھا، جس میں بلا شبہہ غیر مسلموں نے بھی حصہ لیا اور مال وجان کی قربانی پیش کی، لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی بالخصوص بہت بڑی تعداد انگریزوں کے خلاف میدان محاربہ میں نکل آئی تھی اور اجنبی اقتدار کے مقابلے

میں صف آرا ہوگئی تھی۔ علمائے ہند نے اس کو جہاد قرار دیا۔ اور چونتیس مشہور و ممتاز علما نے فتوائے جہاد پر دستخط کیے، جن میں صدرالصدور حضرت مولانا مفتی صدر الدین دہلوی کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

"جہاد کا فتوٰی (جو دہلی کی جامع مسجد میں مرتب ہوا)
نقل استفتا از اخبار "الظفر" دہلی اردو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس امر میں کہ اب جو انگریزی حکومت پر چڑھ آئی ہے اور اہلِ اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں اس صورت میں اب اس شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں اور اگر فرض ہے تو وہ فرضِ عین ہے یا نہیں اور اوپر لوگ جو اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد چاہیے یا نہیں۔ بیان کرو اللہ تم کو اجر دے گا۔

جواب: درصورت مرقومہ فرضِ عین ہے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے اس کی فرضیت کے واسطے۔ چنانچہ اس شہر والوں کو طاقت مقابلہ اور لڑائی کی ہے۔ سبب کثرت اجتماع افواج کی اور مہیا اور موجود ہونے آلاتِ حرب کے تو فرضِ عین ہونے میں کیا شک رہا اور اطراف و حوالے کے لوگوں پر جو دور ہیں باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلے سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں تو اس صورت میں ان پر بھی فرض عین ہو جائے گا اور اسی طرح اور اسی ترتیب سے ساری اہلِ زمین پر شرقاً اور غرباً فرضِ عین ہوگا اور جو عدد اور بستیوں پر ہجوم اور قتل و غارت کا ارادہ کریں تو اس بستی والوں پر بھی فرض ہو جائے گا بشرط اُن کی طاقت سے۔[۸]

۱۸۵۷ء کے بعد مفتی صاحب کو بھی شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تیس سال کی مدت میں جو کچھ کمایا تھا وہ بحق سرکار ضبط ہوا۔ منقولہ و غیر منقولہ تمام جائداد چھین لی گئی، بلکہ فتوائے جہاد پر دستخط کے سلسلے میں چند مہینے نظر بند بھی رہے۔ کتب خانہ، جو مختلف علوم و فنون پر بہت سی قیمتی و نایاب کتابوں پر مشتمل تھا، انگریزوں کے قبضے میں آیا اور پھر نیلام ہوا۔ مفتی صاحب کو اس کتب خانے کا بہت افسوس تھا۔ آپ کی عمر کا اکثر حصہ درس و تدریس اور افتا نویسی کے اہم کاموں میں گزرا۔ تصنیف و تالیف کا کم موقع ملا، تاہم کچھ کتابیں ان سے یادگار ہیں۔ مفتی صاحب کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ برِّ صغیر پاک و ہند کی متعدد اہم شخصیتوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ ان میں مولانا شاہ عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔ یہ آپ کے وہ شاگرد ہیں جنھوں نے تصنیف و تالیف، درس و تدریس سے ملک و ملت کی انتہائی خدمت کی۔[۹] جب تحریک جہاد ناکام ہوئی اور ملک پر انگریزوں نے مکمل قبضہ کر لیا تو انگریزوں کی مخالفت میں جو لوگ گرفتار ہوئے اور مستحقِ سزا ٹھہرے ان میں مفتی صدر الدین کا نام بھی شامل ہے۔[۱۰]

۶۔ علّامہ فضلِ حق خیر آبادی

موافق و مخالف اس بات پر متفق ہیں کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کشورِ علم کے تاجر اور دورِ آخر میں علم و فقہ و منطق و فلسفہ کے مسلم الثبوت امام تھے تیرہ سال کی عمر میں اس دور کے تمام مروجہ علوم سے فارغ ہو کر مسندِ تدریس کو زینت بخشی، حافظہ اس غضب کا تھا کہ چار ماہ اور کچھ دنوں میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا۔[۱۱] منشی محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں: "مولوی فضلِ حق معقولی خیر آبادی جو اس زمانے میں حاکمِ اعلیٰ شہر دہلی کے سر رشتہ دار اور علوم منطق کے پتلے اور افلاطون و سقراط کی تصحیح کرنے والے تھے۔"[۱۲] علامہ فضل حق خیر آبادی معقول و منقول میں متبحر فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ باکمال شاعر بھی تھے۔ عربی میں چار ہزار اشعار آپ سے یادگار ہیں۔ علامہ کے کلام کی خصوصیت یہ ہیں کہ اس میں یا تو سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا ہے یا کنار اور بد مذہبوں کی مذمت۔ علامہ محمد فضل حق خیر آبادی راسخ العقیدہ مسلمان اور بیدار دل و دماغ کے مالک تھے۔ انہوں نے قیام دہلی کے دوران اور اس کے بعد گہری نظر سے ماحول کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ سفید چمڑے والے سیاہ باطن انگریز مسلمانوں کو معاشی طور پر مفلوج کر کے ان کی دینی حمیت و غیرت ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ علامہ نے اپنی داستانِ اسیری میں بڑے اختصار اور جامعیت سے تحریکِ آزادی ۱۸۵۷ء کے عوامل کی نشاندہی کی ہے۔

۱۔ انگریزوں نے بچوں کو اپنا دین اور اپنی زبان سکھانے کے لیے جگہ جگہ اسکول کھولے اور دینی مدارس کو ختم کرنے کے لیے پوری کوشش کی۔

۲۔ ملک کی تمام پیداوار زرخیز لے کر غلے کی قیمت اور سپلائی پر اجارہ

داری قائم کرلی۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ خلقِ خدا ہماری وسعت نگر ہو جائے اور ہمارے احکام کی تعمیل کرے۔

۳۔ مسلمانوں کے فتنہ کرانے سے روکنے اور پردہ نشین خواتین پر پردہ ختم کرانے کی کوشش کی۔

۴۔ مسلمانوں کو سؤر کی چربی والے ہندوؤں، گائے کی چربی والے کارتوس دیے گئے جو منہ سے کاٹنے پڑتے تھے۔ ان کی نظر میں اپنی حکومت کو مستحکم بنانے کا یہی طریقہ تھا کہ مذہبی اختلافات ختم کر کے تمام رعایا کو ملت کفر والحاد پر متفق کر دیا جائے۔[۱۳]

اس تجزیے کے پیش نظر کون سا ایسا مسلمان ہوگا جو انگریزوں سے متنفر و بیزار نہ ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ دل کے کسی گوشے میں بھی انگریزوں سے محبت اور ہمدردی کے لیے کوئی جگہ نہ تھی بلکہ علامہ "الثورۃ الھندیہ" میں فرماتے ہیں کہ: "نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ کہ ان کی محبت کفر ہے۔ کسی حق پرست انسان کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا، نصاریٰ سے محبت کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ جب کہ یہ لوگ اس ذاتِ مقدس ﷺ کے دشمن ہیں جن کے طفیل ارض وسما پیدا کیے گئے۔" بعض لوگوں نے علامہ کے فتوائے جہاد کا انکار کیا اور کہا کہ علامہ کا دہلی آنا ۱۶ اگست ۱۸۵۷ء سے پہلے ثابت نہیں جبکہ فتوائے جہاد جولائی ۱۸۵۷ء کی ابتدا یا وسط میں جاری کیا گیا تھا۔ نیز صادق الاخبار، دہلی مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۵۷ء میں بحوالہ اخبار الظفر دہلی جو فتویٰ شائع ہوا اس میں علامہ کے دستخط نہیں ہیں۔[۱۴]

بہر حال علامہ فضلِ حق خیر آبادی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہد تھے۔ یہ وہ تاریخی حقیقت ہے جسے رد نہیں کیا جا سکتا۔ ایک عرصے تک ان کے فتوائے جہاد میں شریک ہونے کو بغیر کسی اختلاف کے تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ تقریباً درجنوں کتب میں مولانا فضلِ حق خیر آبادی کے اس فتوائے کا ضرور ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً عبدالشاہد خان شیروانی نے "باغی ہندوستان" ص ۱۵۶، مولوی حسین احمد مدنی نے "نقشِ حیات" جلدِ دوم ص ۴۶، مفتی انتظام اللہ شہابی نے ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علما اور مولوی فضلِ حق خیر آبادی اور پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۷۳، غلام رسول مہر نے "اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد" ص ۲۰۷، پروفیسر محمد ایوب قادری نے "مولانا فیض احمد بدایونی ص ۲۱، ۲۲ اور دیگر شمارہ میں تفصیلات بیان کیں ہیں۔ آپ کی تصانیف میں حاشیہ شرح مسلم، الہدیۃ السعیدیہ، رسالہ علم ومعلوم، الثورۃ الہندیہ، رسالہ تشکیک ماہیات اور امتناعِ نظیر شامل ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی انگریز مخالف اور دیگر بعض محرکات واسباب کے تحت آپ کو گرفتار کر کے دریائے شور کی سزا دی گئی آخر خاتم الحکماء مجاہد نبیل مولانا فضل حق خیر آبادی نے ایک سال نو ماہ ۱۹ دن جزیرہ انڈیمان میں سیاسی قیدی رہ کر صفر / ۲۰ / اگست ۱۸۷۸ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔

۷۔ مولانا محمد رضا علی خان

مولانا محمد رضا علی خان ۱۸۰۹ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ جملہ علوم وفنون کی تکمیل ۲۳ برس کی عمر میں مولانا خلیل الرحمٰن ولد عرفان رامپوری سے ٹونک میں مکمل کی۔ فقہ میں خاص مہارت حاصل کی اور اپنے خاندان میں "مسندِ رفتا" کی بنیاد ڈالی جو آج چھٹی پشت میں جاری ہے۔ آپ ہی نے اس خاندان میں تلوار کے ساتھ جہاد میں بھرپور حصہ لیا تھا اور مجاہدین کی ہر امکانی مدد فرمائی۔ آپ نے جنرل بخت خان کے ساتھ مل کر بریلی میں انگریزوں کو شکست دی، جس کے بعد خان بہادر کو بریلی کا حکمران مقرر کیا گیا۔ دوسری طرف انگریز نے اپنی شکست کے باعث مولانا رضا علی کے سر قلم کرنے کی بھاری رقم کا اعلان کیا، جو اس وقت ۵۰۰ روپے مقرر کی گئی تھی۔ جنرل ہڈسن نہ آپ کو قتل کر اسکا اور نہ ہی گرفتاری عمل میں آئی۔ البتہ آپ کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں آپ کا وصال ۱۸۶۶ء میں ہوا۔[۱۵]

۸۔ مولانا محمد نقی علی خان

امام احمد رضا کے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خان قادری برکاتی ابن مولانا محمد رضا علی خان بریلوی ۱۸۳۰ء میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تمام علوم نقلیہ وعقلیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے بریلی شریف میں حاصل کی۔ آپ مختلف علوم وفنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ مولانا نقی علی خان اس کمیٹی کے فعال رکن تھے جو علما اہلِ سنّت پر مشتمل تھی۔ جب ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے وقت انگریز اقتدار کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے علمائے اہلِ سنّت نے جہاد کا فتویٰ دیا تو اس کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے آپ کی یہ ذمّے داری تھی کہ انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے مجاہدین کو مناسب مقامات

پر گھوڑے اور دیگر جنگی سامان پہنچاتے کیونکہ آپ کے والد کا مکان گھوڑوں کے اصطبل اور مرمت پسندوں کا لنگر خانہ تھا۔ آپ نے اس جہاد کے ساتھ ساتھ دشمنانِ دین اور گستاخِ رسول ﷺ کے خلاف قلمی جہاد بھی قائم رکھا۔ آپ سے ۲۵ کتابوں سے زائد قلمی شاہکار منسوب ہیں۔[۱۶]

۱۸۵۷ء میں اکابر علمائے اہلِ سنّت نے جس جذبے سے کام کیا وہ یقیناً قابلِ ستائش ہے اور پھر اسی جذبے نے تحریکِ پاکستان کی شکل اختیار کرلی تھی۔ انہی علمائے کرام کی آغوش میں پرورش پانے والے ہزاروں جید علمائے کرام کسی نہ کسی طرح آج بھی دینی و ملکی خدمت میں کوشاں ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری وساری رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ علما کا سیاسی کردار، ڈاکٹر ایچ۔بی خان، ص ۲۸، الحمد اکادمی، لیاقت آباد، کراچی۔
۲۔ مقدمہ الثورۃ الھندیہ، مرتبہ عبد الشاہد خان شیروانی، ص ۸، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور۔
۳۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات)، ص ۴۰۸، ڈاکٹر محمد ایوب قادری، کراچی پاک اکیڈمی۔
۴۔ اسبابِ بغاوت ہند، ص ۳۲۶، خورشید احمد رضوی، ساگر پبلشرز۔
۵۔ حدائق الحنفیہ، مولوی فقیر محمد جہلمی، ص ۴۸۱۔
۶۔ تذکرہ علماء ہند، مصنف مولوی عبد الرحمان علی، مترجم، ایوب قادری، ص ۹۳۔
۷۔ علماءِ ہند کا شاندار ماضی، مولانا محمد میاں دہلوی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، جلد ۴، ص ۴۰، لاہور، مکتبۂ محمودیہ ۱۹۶۱ء۔
۸۔ اسبابِ بغاوتِ ہند، خورشید رضوی، ص ۳۰۴، ساگر پبلشر لاہور۔
۹۔ اتحاف النبلاء، نواب صدیق حسن خان، ص ۲۶۱، جلد دوم، مطبع نظام کانپور۔
۱۰۔ نزہتہ الخواطر، مولانا عبد الحی حسن لکھنوی، ص ۲۸۱، حیدر آباد دکن، ۱۹۷۰ء۔
۱۱۔ مولانا عبد الاوّل جونپوری، مقدمہ مفید المفتی، ص ۱۳۹، ملتان، ۱۳۲۶ھ۔
۱۲۔ منشی محمد جعفر تھانیسری، کالا پانی، ص ۵۷، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔
۱۳۔ محمد فضلِ حق خیر آبادی، الثورۃ الھندیہ (باغی اردو ترجمہ ہندوستان)، ص ۳۵۶، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۶۰۔
۱۴۔ امتیاز علی عرشی رامپوری، مولانا فضلِ حق خیر آبادی اور ۱۸۵۷ء کا فتویٰ جہاد، ماہنامہ تحریک دہلی، شمارہ اگست ۱۹۵۷ء۔
۱۵۔ مولانا ظفر الدین بہاری "حیاتِ اعلیٰ حضرت" جلدِ اوّل، ص ۴، مکتبہ رضویہ، کراچی، ۱۹۵۴ء۔
۱۶۔ مرزا عبد الوحید بیگ "حیاتِ مفتی اعظم ہند" ص ۷۳ مطبوعہ، انڈیا۔

کتابیات

۱۔ علما کا سیاسی کردار، ڈاکٹر ایچ۔بی خان، الحمد اکادمی، لیاقت آباد، کراچی۔
۲۔ مقدمہ الثورۃ الھندیۃ، مرتبہ: عبد الشاہد خان شیروانی، مطبوعہ، مکتبۂ قادریہ لاہور۔
۳۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات)، ڈاکٹر محمد ایوب قادری، کراچی پاک اکیڈمی۔
۴۔ اسبابِ بغاوتِ ہند، خورشید احمد رضوی، ساگر پبلشرز۔
۵۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء، خورشید مصطفیٰ رضوی، الفیصل ناشران، لاہور۔
۶۔ حدائق الحنفیہ، مولوی فقیر محمد جہلمی، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، ۱۹۰۶ء۔
۷۔ تذکرہ علماءِ ہند، مترجم: ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی۔
۸۔ علماءِ ہند کا شاندار ماضی، مولانا محمد میاں دہلوی، مکتبہ محمودیہ، لاہور۔
۹۔ اتحاف النبلاء، نواب صدیق حسن خان، مطبع نظام کانپور۔
۱۰۔ نزہتہ الخواطر، مولانا عبد الحی حسن لکھنوی، حیدر آباد دکن، ۱۹۷۰ء۔
۱۱۔ مقدمہ مفید المفتی، مولانا عبد الاول جونپوری، ملتان ۱۳۲۶ھ۔
۱۲۔ کالا پانی، منشی محمد جعفر تھانیسری، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور۔
۱۳۔ مولانا فضل حق خیر آبادی اور ۱۸۵۷ء کا فتویٰ جہاد، امتیاز علی عرشی رامپوری، ماہنامہ تحریک دہلی، شمارہ اگست ۱۹۵۷ء۔
۱۴۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مولانا ظفر الدین بہاری، مکتبہ رضوی، کراچی، ۱۹۵۴ء۔
۱۵۔ حیاتِ مفتی اعظم ہند، مرزا عبد الوحید بیگ، مطبوعہ، انڈیا۔

◉ ◉ ◉ ◉ ◉

امام احمد رضا ایک ہمہ جہت اور جامع شخصیت

پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان (ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی (لندن)، پشاور، پاکستان) فرماتے ہیں: "اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا ہر پہلو اس قدر وجیہہ و وقیع ہے، ہر جہت میں اس قدر جامعیّت و مانعیّت ہے کہ اہلِ فکر و نظر کے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ ان جہات میں سے وہ کونسی جہت ہے جو سب سے زیادہ دلکش ہے؟۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا کُل ہے جس کا ہر جزو اس درجہ وسیع و بسیط ہے کہ دیکھنے والے کی نظر و فکر اُس ایک ہی جزو کی وسعتوں اور پنہائیوں میں گُم ہو کر رہ جاتی ہے۔" (عرفانِ رضا (قلمی) مصنفہ ۱۹۷۹ء، ص ۷)

قندیل الانوار ترجمہ جدّ الممتار

مولانا حامد علی علیمی (استاذ جامعہ علیمیہ اسلامیہ، کراچی)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے علوم نقلیہ وعقلیہ کی سینکڑوں کتب پر حواشی تحریر فرمائے۔ ان کے کتب خانے میں علمائے سابقین کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس پر انھوں نے حواشی نہ لکھے ہوں۔ مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن عابدین شامی کی شہرہ آفاق تصنیف ''ردّ المحتار علی الدرّ المختار'' پر بھی امام احمد رضا نے ''جدّ الممتار علی ردّ المحتار'' کے نام سے ضخیم اور نہایت دقیق حواشی تحریر فرمائے۔ جو کراچی سے تخریج و تحقیق کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہو رہے ہیں۔ اس عربی تصنیف کے ابتدائی حصّے کا ترجمہ و تشریح مفتی غلام یسین امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا جو شائع ہو چکا ہے۔ مولانا حامد علی علیمی نے کتاب الصلوٰۃ سے آگے ترجمہ شروع کیا ہے۔ گزشتہ شمارے کے تسلسل میں ترجمے کی نئی قسط پیشِ خدمت ہے۔ قارئین اپنی آراء اور مفید مشوروں سے نوازیں نیز طلبہ و محققین سے گزارش ہے کہ امام احمد رضا کی اس تصنیف کو اپنا موضوعِ تحقیق بنائیں۔

موضوع: جو فجر وعشا کا وقت نہ پائے تو کیا کرے؟

قولہ:

در مختار میں ہے: ''فجر وعشا کا وقت نہ پانے والا، جیسے بُلغار کا رہنے والا کہ وہاں شفق غروب ہونے سے پہلے صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے، یہ لوگ ان نمازوں کے مکلف ہیں اور نماز اندازے سے پڑھیں گے۔''

علامہ شامی فرماتے ہیں: (فاِن فِیھا یطلع۔۔۔)اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان لوگوں کو صرف عشا ووتر کا وقت نہ ملا، جبکہ معاملہ اس طرح نہیں، بلکہ فجر کا وقت بھی نہ ملا کیونکہ فجر کا وقت، طلوعِ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، اور صبح صادق سے پہلے اندھیرا لازمی ہے نیز شفق کے باقی رہنے کے ساتھ اندھیرا نہیں ہوتا، افادہ ح۔

قال الرضا:

اقول (میں کہتا ہوں): شفق کے باقی رہنے کے ساتھ مغرب میں اندھیرا نہیں ہوتا اور صبحِ صادق سے پہلے مشرق میں اندھیرا لازمی ہوتا ہے، تو یہ بحث سرے سے ختم ہو گئی اور حق یہ ہے کہ یہ اعتراض اس جگہ وارد ہوتا ہے جہاں صبح صادق، سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی طلوع ہو جاتی ہے، جیسا کہ زیلعی وغیرہ سے آگے آئے گا۔ اب تو علامہ شامی کا جواب بھی اس سے متعلق نہ رہا کہ ''منقول اختلاف۔۔الخ''، کیونکہ اختلاف تو اس سوال میں تھا جو مشائخ کی طرف بلغار سے آیا تھا، علمِ زیجات کے مطابق بلغار کا عرضِ بلد اس طرح ہے "مط حہ ل" (۴۹ درجے، ۳۰ دقیقے) پس اس میں معتدل دن رأسِ سرطان ہے۔ "ل ل حہ" (۳۰ درجے، ۳۰ دقیقے) اور دونوں جانب سے "سا حہ" (۶۱ درجے)، تو اُفق کے نیچے، قوس تقریباً الط (۲۹ درجے) باقی رہے گی، تو صبحِ صادق، صرف غروبِ آفتاب سے ہی طلوع نہ ہو گی، ہاں طلوع ہو گی اور شفق باقی ہو گی، پس اس سے وقتِ عشا و وتر فوت ہو گا۔ برخلاف اس عرضِ بلد کے "نب حہ" (۵۲ درجے) اور اس سے زیادہ جہاں معتدل دن اس میں "لو حہ" (۳۶ درجہ) سے زیادہ ہو گا اور دونوں جانب سے "صب حہ" (۹۲ درجے) زیادہ، پس افق کے نیچے قوس "یح حہ" (۱۸ درجے) سے کم پر باقی ہو گی، تو سورج غروب ہو گا اور سفیدی مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہو گی، پس اندھیرا (روشنی کے ہوتے ہوئے) نہیں ہو گا۔ اس سے محشی کا قول کہ ہم یہاں اندھیرے کا نہ ہونا تسلیم نہیں کرتے ''مندفع ہو گیا لہٰذا غور کرنا چاہیے اور ہم عنقریب حلبی کی تائید ص ۳۷۸ پر ذکر کریں گے۔

قولہ:

(اسی طرح محشی کے خط کے ساتھ ہے) اور درست یہ ہے ۔۔۔الخ:

قال الرضا: اَقول (میں کہتا ہوں): اگر لفظ کی ضمیر ''ہاء'' کے ساتھ ہے تو اسی طرح ہے جیسے محشی نے فرمایا، اور اگر بغیر ''ہاء'' کے ساتھ ہے تو صحیح منصوب ہے، فافھم۔

علامہ سید احمد سعید کاظمی

امام احمد رضا کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کرنے والے دیوبندیوں کا شرعی حکم علی الاعلان بیان کر دیا۔ مخالفین اپنے اکابرین کی کفریہ عبارتوں کا بوجھ نہ اٹھا سکے تو انھوں نے امام احمد رضا کی شخصیت پر جھوٹے اعتراضات کیے۔ علمائے اہلِ سنّت نے ایسے ہر اعتراض کا بھرپور جواب دیا۔ ایسا ہی ایک الزام اور اس کا غزالیِ دوراں علامہ احمد سعید کاظمی کے قلم سے جواب ہدیہ قارئین ہے۔

سوال

ایک دوست نے مجھے دیوبندیوں کا ایک رسالہ دکھایا، جس میں اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین وملت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حسبِ ذیل مضمون درج تھا "رب نے مشورہ طلب فرمایا۔" "ایک صاحب لکھتے ہیں اور حدیث بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جو ابن حذیفہ سے مروی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "بے شک میرے رب نے میری امّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا" (الامن والعلیٰ، ص۸۵) اور اس حدیث کی تخریج کو امام احمد اور امام ابن عساکر کی طرف منسوب کیا۔ اہلِ عقل خوب جانتے ہیں کہ کسی کا دوسرے سے مشورہ لینا احتیاج و عاجزی پر دلالت کرتا ہے، یا کم از کم مشورہ اس واسطے ہوتا ہے کہ غلطی کا احتمال نہ رہے اور اللہ کی طرف نہ احتیاج و عاجزی کی نسبت درست ہے اور نہ وہاں غلطی کے احتمال کا امکان ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی تاویل یوں کر لی جائے کہ یہ مشورہ عزّت افزائی کی خاطر ہے، مگر دوسری طرح بھی اس میں کچھ گفتگو ہو سکتی ہے۔ مثلاً ابن حذیفہ نام کا کوئی صحابی بھی نہیں ہوا۔ خیر اس بات کو بھی کتابت کی غلطی کہہ کے کاتب کے سر منڈھ دیا جائے گا اور کہا جا سکتا ہے کہ ابن حذیفہ نہیں حذیفہ در حقیقت تھا، مگر اس کو کیا کیجیے کہ مسندِ احمد صفحہ ۳۸۲، ۴۰۸ میں اس صحابی کی بہت سی روایات ہیں مگر ایسی جھوٹی روایت کا نام و نشان بھی نہیں۔ ضعیف اور وضعی احادیث بیان کرنا بھی اگرچہ جُرم ہے؛ مگر یہ تو نہ حدیث وضعی ہے، نہ ضعیف؛ بلکہ سرے سے اس کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ اس جھوٹی حدیث کو مسندِ احمد میں بتانے والا ہمارے دوستوں کے نزدیک مجدّدِ مأۃِ حاضرہ بھی ہے۔ اگر مجدّد ایسے ہی ہوتے ہیں تو ہمارا ایسے مجدّدوں کو دور ہی سے سلام ہے۔" (الصدیق ملتان بابت ماہ ذی الحجۃ ۱۳۷۸ھ)

مضمون بالا میں کسی دیوبندی نے سیّدنا اعلیٰ حضرت مجدّدِ مأتہ حاضرہ موید ملت طاہرہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "الامن والعُلیٰ" کے صفحہ ۸۵ سے اللہ تعالیٰ کے مشورہ طلب کرنے کی طویل حدیث کے ایک جملہ کا ترجمہ نقل کیا ہے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس نقل کردہ حدیثِ مبارکہ کو محض اس لیے جھوٹا قرار دیا ہے کہ مشورہ طلب کرنا غلطی کا احتمال دور کرنے اور احتیاج و عاجزی کی بنا پر ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ جب ان باتوں سے پاک ہے تو اس کے لیے مشورہ طلب کرنا کیوں کر ممکن ہو گا۔ لہٰذا یہ حدیث غلط اور جھوٹی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ: (۱) کیا یہ حدیث بروایت ابن حذیفہ حدیث کی کسی کتاب میں موجود ہے یا نہیں۔ نیز یہ کہ! (۲) امام احمد اور امام ابن عساکر کی طرف اس کی نسبت درست ہے یا نہیں اور (۳) ابن حذیفہ نام کا کوئی صحابی ہوا ہے یا نہیں؟ یہ بھی دریافت طلب امر ہے کہ (۴) مشورہ طلب کرنا ہمیشہ احتیاج وعاجزی کی بنا پر غلطی دُور کرنے کے لیے ہوتا ہے یا کبھی اس کے بغیر بھی مشورہ طلب کیا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ (۵) اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی مخلوق سے کوئی مشورہ طلب کیا ہے یا نہیں؟ ان تمام امور کا جواب پوری تحقیق و تفصیل کے ساتھ مطلوب ہے۔

جواب

بدعقیدگی اور گمراہی کی اصل بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور اس کے رسول ﷺ کے افعالِ مقدسہ کا قیاس اپنے افعال پر کر لیا جائے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ یاد رکھیے: اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے

علاوہ ہم اپنے مشوروں کے متعلق اگر یہ کلیہ تسلیم کرلیں کہ ہمارا مشورہ طلب کرنا غلطی کا احتمال دور کرنے کے لیے احتیاج اور عاجزی کی بناپر ہوتا ہے، تو ممکن ہے کہ کسی حد تک اسے صحیح کہا جاسکے؛ لیکن اللہ اور اس کے رسول کے مشورے کو بھی اس کلیے میں شامل کرنا باطل محض ہے بلکہ اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ، اللہ و رسول ہماری مانند ہیں۔ غلطی کا احتمال دور کرنا بھی حاجت ہے اور عاجزی بھی احتیاج کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں غنی، بے پرواہ اور احتیاج سے پاک ہیں جیسا کہ عنقریب دلائل کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔

ایک صحیح اور واقعی حدیث کو جو کتبِ احادیث میں موجود ہے اور معترض علمِ حدیث سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اُسے معلوم کرنے سے قاصر رہا۔ محض اپنی رائے ناقص پر اعتماد کر کے جھوٹی حدیث کہہ دینا، بلکہ اپنے زعمِ باطل کی بنا پر یہ دعویٰ کردینا کہ اس حدیث کا کہیں ذکر نہیں، بدترین جہالت و ضلالت کا مظاہرہ ہے۔ دیکھیے یہ مبارک حدیث "مسندِ امام احمد" جلدِ پنجم و "کنزالعمال" جلدِ ششم اور "خصائصِ کبریٰ" جلدِ دوم تینوں کتابوں میں موجود ہے: اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَا ذَآ اَفْعَلُ بِھِمْ فَقُلْتُ مَا شِئْتَ یَا رَبِّ ھُمْ خَلْقُکَ وَعِبَادُکَ فَاسْتَشَارَنِی الثَّانِیَۃَ فَقُلْتُ لَہٗ کَذَالِکَ فَاسْتَشَارَنِی الثَّالِثَۃَ فَقُلْتُ لَہٗ کَذَالِکَ فَقَالَ تَعَالٰی اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیَکَ فِیْ اُمَّتِکَ یَا اَحْمَدُ وَبَشَّرَنِیْ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَعِیَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفاً لَیْسَ عَلَیْھِمْ حِسَابٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیَّ اُدْعُ تُجَبْ وَسَلْ تُعْطَ فَقُلْتُ لِرَسُوْلِہٖ اَوَ مُعْطِیْ رَبِّیْ سُؤْلِیْ قَالَ مَا اَرْسَلَ اِلَیْکَ اِلَّا لِیُعْطِیَکَ۔ **الحدیث۔** (حم، احمد، و ابن عساکر عن حذیفۃ) "کنزالعمال" جلدِ ششم، ص ۱۱۲، حدیث ۳۵ ۷ اور "خصائص کبریٰ" جلدِ دوم، ص ۲۱۰ اخرج احمد و ابوبکر الشافعی فی الغیلانیات و ابونعیم و ابن عساکر عن حذیفۃ بن الیمان و مسندِ امام احمد جلدِ ۵ مطبوعہ مصر، صفحہ ۳۹۳۔ ترجمہ: "بے شک میرے ربِّ کریم نے میری امّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا، "اے میرے رب جو کچھ تو چاہے وہی کر، وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔" پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ لیا۔ میں نے وہی جواب دیا۔ اس نے تیسری دفعہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا۔ میں نے پھر وہی عرض کیا۔ پھر میرے رَبّ کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "اے احمد (ﷺ) بے شک میں تیری امت کے معاملے میں تجھے ہر گز رسوا نہ کروں گا" اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستّر ہزار امتی سب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں داخلِ جنت ہوں گے ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے۔ جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔ پھر میرے ربّ نے قاصد بھیجا کہ میرے حبیب تو دعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی اور مانگ تجھے دیا جائے گا میں نے اپنے رب کریم کے قاصد سے کہا کہ "کیا میرا ربّ میری ہر مانگی ہوئی چیز دے گا؟" تو اس قاصد و فرشتہ نے عرض کی کہ "حضور اسی لیے تو رب تعالیٰ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ بھی مانگیں آپ کو عطا فرمائے۔" آگے یہ حدیثِ مبارک طویل ہے، جس میں حضور سیّدِ عالم ﷺ نے اپنے اور اپنی امتِ مکرمہ کے بہت سے فضائل و محامد بیان فرمائے۔ ہم نے قدرِ ضرورت پر اکتفا کیا ہے۔

معترض کا قول یہ تھا کہ اس جھوٹی حدیث کا کہیں ذکر ہی نہیں، لیکن بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے ثابت کردیا کہ مسندِ امام احمد و کنزالعمال اور خصائص کبریٰ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کنزالعمال میں تو اس کی تخریج صرف امام احمد اور امام ابن عساکر کی طرف منسوب ہے، لیکن خصائص کبریٰ میں ان کے علاوہ ابوبکر شافعی (امام بزار) اور ابونعیم کی طرف بھی اس حدیث کی تخریج کو منسوب کیا ہے۔ وللہِ الحجۃ السّامیہ۔ اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین و ملت رحمۃ اللہ علیہ نے "الامن والعلیٰ" میں "مسندِ امام احمد" کا نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا تحریر فرمایا: "الامام احمد وابن عساکر عن حذیفۃ" (والامن والعلیٰ، ص ۱۲۳ مطبوعہ مطبع اہلِ سنّت والجماعت بریلی) اور الفاظِ حدیث "کنزالعمال" جلدِ ششم سے نقل فرمائے اور کتاب کا حوالہ نہیں دیا تاکہ ان منکرین و مخالفین کے ادعائے علم و فضل کی حقیقت آشکارہ ہو۔ الحمد للہ! اہلِ علم نے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدّدِ ملت قدس سرہ العزیز علم و فضل کا وہ بحر ذخار ہیں جس کے ساحل تک بھی منکرین کی رسائی نہیں۔ ذالک فضل اللہ۔

رہا ابن حذیفہ کا معاملہ تو یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ "کنزالعمال" اور "خصائص کبریٰ" اور مسندِ امام احمد تینوں میں "عن

حذیفۃ" موجود ہے نیز "الامن والعلیٰ" مطبوعہ مطبع اہلِ سنّت والجماعت بریلی شریف ص ۱۲۳ پر اور اسی طرح "الامن والعلیٰ" شائع کردہ نوری کتب خانہ لاہور کے ص ۱۲۳ پر عن حذیفۃ موجود ہے۔ البتہ صابر الیکٹرک پریس کی مطبوعہ کے ص ۸۵ پر کاتب کی غلطی سے "عن" کی بجائے "ابن" لکھا گیا ہے، جسے کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی مصنف کی طرف منسوب نہیں کر سکتا؛ مگر جو شخص تعصب و عناد کے جوش میں ایک ایسی عظیم و جلیل حدیث کو نہیں مانتا جو کتبِ احادیث میں موجود ہے تو وہ اس حقیقت ثابتہ کو کیونکر تسلیم کرنے لگا ہے۔

چوتھے سوال کا جواب ہے کہ ہمارا آپس میں مشورہ طلب کرنا تو احتیاج و عاجزی کی بنا پر اور غلطی کے احتمال کو دور کرنے کے لیے ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مشورہ طلب کرنا احتیاج و عاجزی اور ازالۂ احتمالِ غلطی کے لیے قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم ﷺ دونوں غنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں کے مشورے سے غنی ہونا تو ظاہر ہے اور حضور نبیِ کریم ﷺ امت کے ساتھ مشورہ فرمانے سے اس لیے غنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آسمان سے وحیِ الٰہی آتی ہے۔ نیز یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام کائنات سے زیادہ علم اور عقل والے ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ ہر گز کسی کے مشورہ کے محتاج نہیں لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو "وشاورھم فی الامر" فرما کر مشورہ کرنے کا حکم فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ربِّ کریم کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے غلاموں سے مشورہ فرمایا۔ صرف اس لیے کہ انہیں مشورے کی تعلیم دیں اور مشورے کو ان کے لیے رحمت بنائیں اور انہیں استخراجِ رائے صحیح میں اجتہاد کی رغبت دلائیں اور ان سے مشورہ لے کر ان کی شان بڑھائیں اور ان کے دلوں کو خوش کریں۔ دیکھیے صاحبِ "روح المعانی" آیۃ کریمہ "وشاورھم فی الامر" کے تحت اسی مضمون کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وَیُؤَیِّدُہٗ مَآ اَخْرَجَہٗ اِبْنُ عَدِیٍّ وَ الْبَیْہَقِیُّ فِی الشُّعْبِ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا لَمَّا نَزَلَتْ شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَّ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ لَغَنِیَّانِ عَنْہَا وَلٰکِنْ جَعَلَہَا اللہُ تَعَالٰی رَحْمَۃً لِّاُمَّتِیْ۔ (روح المعانی، پ ۴، ص ۹۴) اور اس مضمون کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابن عدی نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ جب آیتِ کریمہ "وشاورھم فی الامر" نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگو! خبردار ہو جاؤ! بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں مشورے سے غنی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے میری امت کے لیے رحمت بنایا ہے۔" اسی طرح "تفسیر ابن جریر" میں ہے: عَنِ الرَّبِیْعِ وَ شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ قَالَ تِلْکَ اَمَرَ اللہُ نَبِیَّہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّشَاوِرَ اَصْحَابَہٗ فِی الْاُمُوْرِ وَھُوَ یَاتِیْہِ الْوَحْیُ مِنَ السَّمَآءِ لِاَنَّہٗ اَطْیَبُ لِاَنْفُسِہِمْ۔ (ترجمہ) حضرت ربیع سے روایت ہے۔ "وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ" نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مشورہ طلب امور میں حضور کے صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحیِ آسمانی آتی ہے صرف ان کے دلوں کو خوش کرنے کی خاطر۔ اسی مقام پر "تفسیر ابن جریر" میں ایک اور حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں: "وَاِنْ کُنْتَ عَنْہُمْ غَنِیًّا۔" اے حبیب ﷺ! آپ اپنے صحابہ کی تالیف کے لیے ان سے مشورہ کر لیا کریں۔ اگرچہ آپ ان سے غنی ہیں۔ (تفسیر ابن جریر، پ ۴، ص ۹۴) اور "تفسیر کبیر" میں ہے۔ (اَلْخَامِسُ) وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ لَا لِتَسْتَفِیْدَ مِنْہُمْ رَاْیًا وَ عِلْمًا لٰکِنْ لِکَیْ تَعْلَمَ مَقَادِیْرَ عُقُوْلِہِمْ۔ الخ۔ یعنی آپ کو مشورہ کرنے کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا کہ آپ ان سے کسی قسم کی رائے یا علم کا استفادہ کریں، بلکہ اس لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے عقول و افہام آپ کے سامنے ظاہر ہو جائیں اور ان کی محبت کے اندازے سامنے آ جائیں۔ اس کے چند سطر بعد امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اَلسَّادِسُ) (وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ) لَا لِاَنَّکَ مُحْتَاجٌ اِلَیْہِمْ وَلٰکِنْ لِّاَنَّکَ اِذَا شَاوَرْتَہُمْ فِی الْاَمْرِ اجْتَہَدَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْہُمْ فِی اسْتِخْرَاجِ الْوَجْہِ الْاَصْلَحِ۔ الخ۔ ترجمہ: اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے مشورہ فرمائیں، اس لیے نہیں کہ آپ ان کے محتاج ہیں لیکن جب آپ ان سے مشورہ فرمائیں گے تو آپ کے غلاموں میں سے ہر شخص وجہ اصلح کے استخراج میں کوشش کرے گا۔ (تفسیر کبیر، جلد ۳، ص ۱۲۰) "تفسیر نیشاپوری" میں اس آیتِ کریمہ وَ شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ کے تحت مرقوم ہے: وَقَدْ ذَکَرَ الْعُلَمَآءُ لِاَمْرِ الرَّسُوْلِ بِالْمُشَاوَرَۃِ مَعَ اَنَّہٗ اَعْلَمُ النَّاسِ وَاَعْقَلُہُمْ فَوَآئِدَ مِنْہَا اَنَّہَا تُوْ

جِب عُلُوَّ شَانِھِمْ وَ رِفْعَۃَ قَدْرِھِمْ (تفسیر نیشاپوری، پ ۴، ص۱۱۹) ترجمہ: باوجود اس بات کے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ علم اور عقل والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشورے کا امر فرمایا۔ علمانے اس کے کئی فائدے ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان سے مشورہ فرمانا ان کی علوِّ شان رفعتِ قدرو منزلت اور ان کے اخلاص و محبت کے زیادہ ہونے کی موجب ہے۔ الحمد للہ! ان روایات و عباراتِ علماءِ مفسرین سے یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مشورہ فرمانا احتیاج وعاجزی کی وجہ سے ہر گز نہیں، نہ کسی غلطی کے احتمال کو دور کرنے کے لیے ہے؛ بلکہ ایسی حکمتوں اور فائدوں کی بناپر ہے جن کا تصور بھی معترض کے ذہن میں نہیں اور ہم نے انہیں بالتفصیل بیان کر دیا۔

پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے مشورہ طلب فرمایاہے۔ دیکھیے "تفسیر ابن جریر" میں آیت کریمہ "وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" کے تحت ایک حدیث نقل فرمائی جو حسب ذیل ہے: عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَۃَ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً فَاسْتَشَارَ الْمَلٰٓئِكَةَ فِیْ خَلْقِ اٰدَمَ فَقَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔ (الحدیث و تفسیر ابن جریر پارہ، ص۱۵۸) ترجمہ: آیتِ کریمہ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ کی تفسیر میں حضرت سعید حضرتِ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں فرشتوں سے مشورہ طلب فرمایا، تو فرشتوں نے عرض کیا اتجعل فیہا من یفسد فیہا الآیۃ۔ "تفسیر عرائس البیان" میں اسی آیۃ کے تحت ہے۔ فَعَرَّفَهُمْ عِنْدَ الْمَشْوَرَةِ مَعَ الْمَلٰٓئِكَةِ خُلُوَّهُمْ مِنَ الْمَحَبَّةِ۔ (تفسیر عرائس البیان جلدِ اوّل، ص ۱۹) ترجمہ: فرشتوں سے مشورہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے جذبہ محبّت سے خالی ہونے کی بات انہیں بتادی تھی۔ "تفسیر مدارک" میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے: اَوْ لِیُعَلِّمَ عِبَادَهُ الْمُشَاوَرَةَ فِیْ اُمُوْرِهِم قَبْلَ اَنْ یَّقْدِمُوْا عَلَیْهَا وَاِنْ كَانَ هُوَ یَعْلَمُهٗ وَ حِكْمَتُهُ الْبَالِغَةُ غَنِیًّا عَنِ الْمُشَاوَرَةِ (تفسیر مدارک، جلدِ اوّل، ص ۳۲) یا اس لیے فرشتوں سے "اِنی جاعل فی الارض خلیفہ" فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس بات کی تعلیم دے کہ وہ اپنے کام کرنے سے پہلے مشورہ کرلیا کریں اگرچہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور اس کی حکمتِ بالغہ مشورے سے غنی ہے۔ "تفسیر نیشاپوری" میں ہے: وَالْفَائِدَةُ فِیْ اِخْبَارِ الْمَلٰٓئِكَةِ بِذٰلِكَ اِمَّا تَعْلِیْمُ الْعِبَادِ الْمُشَاوَرَةِ فِیْ اُمُوْرِهِمْ۔ وَاِنْ كَانَ هُوَ بِحِكْمَتِهِ الْبَالِغَةِ غَنِیًّا عَنْ ذَالِكَ وَاِمَّا اَنْ یَّسْئَلُوْا ذٰلِكَ السُّوَالَ وَیُجَابُوْا بِهَا اُجِیْبَ۔ (تفسیر نیشا پوری پارۂ اوّل، ص۲۰۹) ترجمہ: فرشتوں کو یہ خبر دینے میں یا یہ فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کاموں میں مشورہ کرنے کی تعلیم دے، اگرچہ اللہ تعالی اپنی حکمتِ بالغہ کی وجہ سے مشورہ کرنے سے غنی ہے اور یا یہ فائدہ ہے کہ فرشتے یہ خبر سن کر اَتَجْعَلُ فِیْهَا کے ساتھ سوال کریں اور انہیں اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کے ساتھ جواب دیا جائے۔ "تفسیر سراج" منیر میں ہے: وَفَائِدَةُ قَوْلِهٖ هٰذَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ تَعْلِیْمُ الْمُشَاوَرَةِ اَوْ تَعْظِیْمَ شَانِ الْمَجْعُوْلِ (تفسیر سراج المنیر جلدِ اوّل، ص ۴۲) ترجمہ: فرشتوں سے "انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ" فرمانے کا فائدہ تعلیم مشاورت یا تعظیمِ شانِ مجعول ہے۔ اسی طرح تفسیر جمل جلدِ اوّل، ص۳۸، تفسیر بیضاوی جلدِ اوّل تفسیر کشاف جلدِ اوّل، ص۲۰۹، تفسیر کبیر جلدِ اوّل، ص ۳۸۲، روح المعانی پارۂ ۱، ص۲۰۳، روح البیان جلدِ اوّل، ص ۹۴ پر ہے۔

اِن تمام عبارات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مشورے کی تعلیم دینے اور آدم علیہ السلام کی تعظیم و دیگر حکمتوں کی بناپر آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے پہلے فرشتوں سے مشورہ لیا۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ ثابت ہوا کہ مشورہ لینا ہمیشہ احتیاج و عاجزی کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا، بلکہ حکمتوں پر بھی مبنی ہوتا ہے۔ پھر یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ فرشتوں سے مشورہ فرمانا اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں تو حضور نبیِ کریم ﷺ سے مشورہ کرنا کیوں کر عظمتِ خداوندی کے منافی ہوسکتا ہے؟

مشورہ کے معنٰی اور معترض کی غلط فہمی کا ازالہ

لفظ "مشورہ" عرب کے قول "شِرْتُ الْعَسَلَ" سے ماخوذ ہے یعنی میں نے شہد کو اس جگہ سے نکال لیا۔ "مشورہ" کے معنٰی ہیں "استخراج الرائے"۔ "بیضاوی" میں ہے: اَلْمَشْوَرَةُ اِسْتِخْرَاجُ الرَّأْیِ بِمُرَاجَعَةِ الْبَعْضِ اِلَی الْبَعْضِ (مفرداتِ راغب، ص ۲۷۲)۔ خلاصہ یہ کہ کسی کی طرف رجوع کرکے اس کی رائے کے استخراج کا نام "مشورہ"

ہے۔ "مشورہ" میں یہ ضروری نہیں کہ متکلم و مخاطب میں سے ہر ایک کی رائے کا استخراج ہو بلکہ صرف مخاطب کی رائے لینا بھی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور فرشتے مخاطب: اللہ تعالیٰ نے "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الارض خلیفة" کہہ کر فرشتوں کی رائے لی اور فرشتوں نے اَتَجْعَلُ فِیْهَا کہہ کر اپنی رائے ظاہر کر دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی اُمت کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مَا ذَا فُعَلُ بِھِمْ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَاشِئْتَ یَا رَبِّ ھُمْ خَلْقُكَ وَعِبَادُكَ اور اللہ تعالیٰ کا یہ مشورہ لینا اور رائے طلب فرمانا بالکل ایسا ہے جیسے اپنے نبیوں یا فرشتوں یا کسی فردِ مخلوق سے کسی بات کا پوچھنا اور سوال فرمانا۔ قرآنِ کریم میں بے شمار آیات ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کے استفسارات وسوالات مذکور ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا۔ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ اے ابراہیم! کیا تو ایمان نہیں لایا؟ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا بلیٰ کیوں نہیں؟ میں ضرور ایمان لایا۔ اسی طرح قیامت کے دن نبیوں سے سوال فرمائے گا مَا ذَآ اُجِبْتُمْ اے نبیو! بتاؤ تم کیا جواب دیے گئے؟ نیز عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللهِ۔ اے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ نیز موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی "اے موسیٰ! تمہارے دہنے ہاتھ میں کیا ہے؟"

اگر مشورہ کرنا یعنی کسی کی رائے دریافت کرنا، احتیاج اور عاجزی پر منحصر ہو تو کسی بات کا پوچھنا بھی معاذ اللہ لاعلمی اور احتیاج پر مبنی ہو گا۔ لہٰذا معترض نے (جہاں) حدیثِ استشارہ کا انکار کیا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کے سوالات کی تمام آیات کا بھی انکار کر دے اور اگر سوالات میں حکمت کا قائل ہے تو استشارے میں اسی حکمت کا کیوں انکار کرتا ہے؟ (فوضح الحق حق الوضوح وللہ الحجۃ البالغۃ)

* * * * *

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
(حدائقِ بخشش)

(بقیہ صفحہ نمبر 11 سے ملحق)

۵۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حوالے سے سنی صحافت اور اس سے وابستہ افراد کی خدمات پر راقم السطور کا ایک طویل مضمون ہفت روزہ مسلم ٹائمز بمبئی بابت ۱۸/ اگست ۱۹۹۳ء (ص ۶ اور ۱۵) میں شائع ہو چکا ہے۔ ماہنامہ سنی دنیا بریلی بابت اپریل ۱۹۹۵ء میں بھی اشاعت پزیز رہوا۔ رضوی غفرلہٗ۔

۶۔ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی بھتیجے امام احمد رضا بریلوی کی ادارت اور سرپرستی میں ماہنامہ الرضا بریلی کا رسمِ اجرا محرم الحرام ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کو ہوا اور پہلا شمارہ ۲۴/ صفحات پر مشتمل منظر عام پر آیا۔ الرضا کی اشاعت پر مولانا محمد عبد اللہ سرندہپی نے عربی میں ایک طویل نظم مبارک بادی کی تحریر فرمائی۔ لکھتے ہیں:

یسمی الرّضا هم الرّضا لمشیها من الحسنین المجتبین رضاء
(ماہنامہ الرضا بریلی، ص ۲، بابت صفر المظفر ۱۳۳۸ھ)

۷۔ اہلِ سنّت و جماعت کے لیے یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اس نے اپنے امام اور ان کے حوالے سے دیگر اہم ذخائز کو ضائع کر دیا۔

۸۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی مبارک تحریر "جماعت رضائے مصطفےٰ مشائخ و علما کی نظر میں" دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ تحریر رداد جماعتِ رضا کے مصطفےٰ بریلی کے علاوہ ہفت روزہ بدبۂ سکندری رام پور، ص ۴ بابت جنوری ۱۹۲۲ء میں بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ۱۲۔ رضوی عفرلہٗ۔

۹۔ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور، ص ۴، بابت جنوری ۱۹۲۲ء۔

۱۰۔ ایوب علی رضوی، سید مولانا: ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رامپور، ص ۷، ۱۸ جون ۱۹۲۲ء ج ۵۸ ش ۴۲۔

۱۱۔ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء کے عرسِ رضوی کے موقع پر رضا اکیڈمی بمبئی کے زیرِ اہتمام بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ رضوی غفرلہٗ۔

۱۲۔ مکتوب مولانا حسنین رضا بریلوی بنام شاہ فاروق حسن صابری مملوکہ راقم السطور۔

۱۳۔ فاروق حسن صابری ایڈیٹر، دبدبہ سکندری رام پور ص ۴/ بابت ۱۶/ ستمبر ۱۹۱۸ء۔

نوٹ: افسوس کہ امام بریلوی کی حیات میں مکمل جلدیں شائع نہ ہو سکیں تاہم رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کر کے روحِ امام کو خوش کر دیا ہے۔

۱۴۔ ماہنامہ یادگار رضا بریلی، ص آخری، بابت شعبان ۱۳۴۸ھ۔

۱۵۔ فہرست کتب جماعتِ رضائے مصطفےٰ بریلی: اراکین جماعتِ مبارکہ، م، قادری پریس باہتمام منشی فدا یار خان۔

۱۶۔ ایوب علی رضوی بریلوی، سید: فہرست جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی، قادری پریس بریلی۔

حضرت مسعودِ ملّت کی شگفتہ مزاجی

محمد عبدالستار طاہر مسعودی

حضرت مسعودِ ملّت مرشدِ کریم حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر پہلو روشن و تابناک ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ مثالی ہے۔ آپ کی حیاتِ مستعار سُنّتِ رسولِ اکرم ﷺ کی آئینہ دار تھی، زندگی کا ہر شعبہ خیر خواہی سے عبارت تھا، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملنا آپ کا خاصہ تھا۔ بدخواہوں کے لیے ان کے ہاں بددعا نہیں، دعا ہی تھی، پے درپے غموں اور پُر آشوب حالات نے آپ کے اخلاق و کردار کی آرائش کی ہے۔ ذرا ملا حظہ تو فرمائیں:

- ۱۹۴۴ء میں ان کے برادرِ گرامی مولانا منوّر احمد کا انتقال ہوا۔
- ۱۹۴۶ء میں ہمشیرہ محترمہ کا وصال ہوا۔
- ۱۹۴۷ء میں والدہ محترمہ داغِ مفارقت دے گئیں۔
- ۱۹۴۷ء میں شاہی مسجد فتح پوری، دہلی میں اپنے والدِ گرامی شیخ الاسلام مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ محصور تھے۔ دشمنانِ اسلام مسجد کو چاروں طرف سے گھیر کر گولہ باری کر رہے تھے، خوف اور دہشت کے اس عالم میں آپ اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ مسجد ہی میں اقامت گزیں رہے۔
- ۱۹۴۹ء میں حیدر آباد سندھ میں جواں سال برادرِ گرامی مولانا منظور احمد انتقال کر گئے۔
- ۱۹۶۶ء میں شفیق والد ماجد کا دہلی میں وصال ہوا۔ یہ روح فرسا خبر پا کر آپ پاکستان میں حیدرآباد سندھ میں غم کے مارے تڑپتے رہے اور جنازے میں شریک نہ ہو سکے۔
- ۱۹۷۱ء میں دو جواں سال بھائی حضرت علامہ مفتی مظفر احمد کا کراچی میں اور حضرت مولانا محمد احمد کا دہلی میں انتقال ہو گیا۔
- ۱۹۸۱ء میں برادرِ گرامی حضرت علامہ مفتی مشرف احمد کا دہلی میں وصال ہوا۔
- ۱۹۷۵ء میں پدرِ نسبتی سید مظہر علی شاہ کی رحلت ہوئی۔
- ۱۹۸۴ء میں برادرِ نسبتی قاری سید محمد حفیظ الرحمان چشتی کا بہاولپور میں وصال ہوا۔ قاری صاحب کو حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے خلافت حاصل تھی۔
- ۱۹۸۷ء میں آپ کے بہنوئی اور شیخ مجاز، مفتی شاہ محمد محمود الوری حیدر آباد سندھ میں وصال فرما گئے۔
- ۲۰۰۰ء میں آپ کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ اور ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب کی والدۂ ماجدہ اختر بیگم رحلت فرما گئیں۔
- ۲۰۰۴ء میں آپ کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ اور پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف وغیرہم (بہاولپور) کی والدہ محترمہ فاطمہ بیگم کراچی میں وصال کر گئیں۔

غرض کہ غم والم کا ایک تسلسل تھا، ہمارے ممدوح مسلسل جن کی زد میں رہے۔ اتنے دکھ درد اٹھانے کے باوجود آپ کی فطری خوش طبعی نے زندگی کی منزلوں کو آسان بنا دیا۔ ہنسنا، مسکرانا، شگفتہ مزاجی آپ کی شخصیت کا لازمی جزو بن کے رہ گیا تھا۔ حضرت مسعودِ ملت کے اس شخصی حسن کی مختلف اہلِ نظر نے نشاندہی فرمائی:

پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف (بہاولپور):

"خود دار و پُر وقار ہیں لیکن، اس کے ساتھ طبیعت میں مزاح بھی ہے۔ کبھی کبھی اپنے ادبی چٹکلوں سے محفل کو زعفران زار بنا دیتے ہیں۔" [1]

پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش (میرپور خاص، سندھ):

آسائشِ ودو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
بادوستاں مروت بادشمناں مدارا

وہ اپنے دشمن کو محبت کی تلوار سے شکار کرتے ہیں۔ ان کا مسلک، مسلکِ محبت ہے، اس لیے اپنے بدخواہوں کو بھی دعائیں دیتے ہیں۔ مخالفین کے بھی خیر خواہ رہتے ہیں۔" [2]

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد (دہلی):

"آپ کی مجالس میں ظرافت اور علّمیت کا مناسب امتزاج ہوتا ہے۔" آگے چل کر ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:

"آپ کی مجلس میں خشکی نہیں ہوتی بلکہ اتباع سُنت میں ظرافت اور شائستگی کا امتزاج ہوتا ہے۔" [۳]

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (لاہور):

"ان کی گفتگو معقول، مدلل اور اخلاص پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مزاح کی حسِ لطیف بھی رکھتے ہیں۔" [۴]

محمد نعیم احمد کپٹھال برکاتی (ھُبلی، کرناٹک):

"ڈاکٹر صاحب نہایت خوش طبع اور ظریف انسان ہیں۔ زندگی اور حرارت ان کی مجلس کا طرۂ امتیاز ہے۔" [۵]

پروفیسر حافظ قاری محمد رفیق مسعودی (لاہور):

"قبلہ ڈاکٹر صاحب کو قدرت نے ایسی طبیعت اور مزاج بخشا ہے کہ دورانِ گفتگو ہر شخص لطف اندوز ہوتا ہے۔ دورانِ گفتگو علمی حقائق کے ساتھ ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے ایسی تلمیحات استعمال فرماتے ہیں کہ خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔" [۶]

مولانا محمد میاں ثمر دہلوی (دہلی):

"آپ کے مزاج میں ظرافت و مزاح کا عنصر نمایاں تھا۔ آپ کی مجلس میں کوئی کبھی انقباض محسوس نہیں کرتا تھا۔ خانگی زندگی میں آپ ایسی شفقت اور بے تکلفی سے رہتے تھے کہ افرادِ خانہ پر ذرہ برابر کوئی انقباض یا گھٹن نہیں ہوتی تھی۔ کبھی کسی کو کسی غلطی پر تنبیہ فرماتے تو ایسی نرمی و خوش گواری کے ساتھ کہ بجائے برا محسوس کرنے کے وہ دلی مسرت اور خوش گواری کے ساتھ آپ کی ہدایت و نصیحت کی قدر کرتا تھا۔" [۷]

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (فیصل آباد):

"ڈاکٹر صاحب کا اندازِ بیان تاریخی حقائق اور فنی ضوابط کے باوجود شگفتہ رہا۔ اسی لیے آپ کی تحریروں میں تنقیدی مجموعوں کی مشکل پسندی نہیں۔ عبارت، روایات کے بوجھل حوالوں کے باوجود میدانی ندی کی طرح رواں دواں ہے؛ بلکہ قاری بڑے گھمبیر مسائل کو بھی طبعی روانی کے ساتھ پڑھ جاتا ہے۔ اصطلاحات کے پتھر کہیں راہ نہیں کاٹتے اور نظریاتی الجھنوں کی جھاڑیاں کہیں دامن نہیں کھینچتیں۔ بسا اوقات تو تحریر میں طنز و مزاح کا چٹخارہ بھی مزہ دیتا ہے، ڈاکٹر صاحب کے طرزِ ادا کی شگفتگی کی پوری بہار آپ کے سفر نامہ "مٹھی" میں بڑی نمایاں ہے۔" [۸]

مولانا عبدالمجید خان الرضوی (ممبئی):

"ڈاکٹر صاحب نہایت خوش طبع اور ظریف انسان ہیں، زندگی اور حرارت ان کی مجلس کا طرۂ امتیاز ہے۔" [۹]

سید ریاست علی قادری (کراچی):

"پروفیسر صاحب کی پُر خلوص اور علم سے لبریز باتیں، ان کی پُر کشش شخصیت، ان کی فطری خوش طبعی پر مبنی گفتگو نے راقم کو بے حد متاثر کیا ہے۔" [۱۰]

ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی (بریلی شریف):

"ڈاکٹر مسعود احمد ایک بے مثل انشا پرداز، تمثیل نگار، خاکہ نگار اور سیرت نگار ہیں۔ آپ کے انشا میں علمی و تحقیقی شان پائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ خوش مزاجی اور خوش مذاقی دونوں موجود ہیں۔ مزاح کے ساتھ ان کے مضامین میں متانت اور سنجیدگی بھی موجود ہے۔" [۱۱]

پروفیسر ڈاکٹر سید سبط حسن فاضل زیدی (کراچی):

"جنابِ ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم۔ اے، پی ایچ ڈی) کی سادگی، مزاج، خوش طبعی، خود داری، اخلاص و اخلاق اور خدا پرستی سے کون واقف نہیں۔" [۱۲]

حضرت مسعود ملت رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو برادرم پروفیسر قاری محمد رفیق مسعودی صاحب پاس بیٹھے قبلہ حضرت صاحب سے ہولے ہولے باتیں کرتے، پھر قہقہے لگاتے چلے جاتے، پھر حضرت صاحب کچھ ارشاد فرماتے، قاری صاحب پھر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ آپ دونوں میں سرگوشیوں کی صورت میں جانے کیا پیار بھری باتیں ہوتیں کہ جب دونوں مل بیٹھتے تو ماحول خوشگوار و زعفران زار ہو جاتا، لیکن یہ بات ہے کہ پاس بیٹھے کسی اور کو اس کی مطلق خبر نہ ہوتی، کہ کونسی ایسی بات ہے جس پر پھول کھل رہے ہیں، غنچے چٹک رہے ہیں۔ احباب کے ہمراہ کئی بار کراچی جانا ہوا، وہاں بھی حضرت کے دولت کدے پر قاری صاحب قبلہ حضرت صاحب کے جلو میں کھلکھلا تے چلے جاتے۔ برادرم قاری

صاحب سے کئی بار حضرت مسعودِ ملّت کی حیات کے اس پہلو پر لکھنے کے لیے کہا اور قاری صاحب ہر بار بڑے ناز نین انداز سے پہلو تہی کر گئے اور ہر بار: موجِ خیالِ یار کیا گل کُتر گئی

حضرت مسعودِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کی خوش طبعی، شگفتہ مزاجی، فطری ظرافت کے کچھ واقعات پیشِ خدمت ہیں جو آپ کی شخصیت کا حسن دوبالا کرتے ہیں: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری راوی ہیں کہ قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ۲۷ رجب ۱۴۱۵ھ کر پیر صاحب پگاڑا کی دعوت پر معراج النبی ﷺ کے موقع پر پیر جو گوٹھ (خیر پور میرس، سندھ) میں تشریف لے گئے۔ ختمِ بخاری شریف کی تقریب میں شریک ہوئے۔ تقریب کے بعد کھانا کھانے میں حلوے کی ڈش بھی موجود تھی۔ حلوہ بہت لذیذ تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد رحیم سکندری مدظلہ العالی، شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ نے فرمایا: "کچھ لوگ حلوے کا انکار کرتے ہیں، اس لیے ہم حلوے کا اہتمام کرتے ہیں۔" پروفیسر صاحب نے فرمایا: "مفتی صاحب! وہ کوئی اور حلوہ ہو گا جس کا منکرین انکار کرتے ہیں، اگر یہ حلوہ کھالیں تو انکار کرنا چھوڑ دیں۔" اس پر تمام محفل کشتِ زعفران بن گئی۔[۱۳]

پروفیسر حافظ قاری محمد رفیق مسعودی صاحب نے یہ دو واقعات بیان فرمائے:

۱۱؍ مئی ۱۹۹۷ء کو آزاد کشمیر میں کوٹلی (گلہار شریف) حضرت پیر محمد صادق نقشبندی مدظلہ العالی کے ہاں قیام کے دوران پروفیسر اکبر داد صاحب نے رات کے کھانے کا پُر تکلف انتظام کیا۔ موصوف نے دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ مرغ اور مچھلی بھی دستر خوان پر سجادی۔ اس پر آپ نے برجستہ یہ شعر فرمایا:

ہر کوئی مسافر، ہر چیز راہی
کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی

ملک لیاقت علی صاحب قبلہ ڈاکٹر صاحب کی کراچی کے لیے روانگی کے موقع پر آپ کے سامان میں ٹھنڈے پانی کی بوتل رکھنے لگے تو آپ نے فرمایا: "دیکھنا کہیں اندر ہی اس کا فیض نہ جاری ہو جائے۔"[۱۴]

حضرت مسعودِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: "پیر حسام الدین راشدی صاحب اگرچہ پیروں کے خاندان سے تھے، لیکن طبیعت کے آزاد تھے۔ کوٹ پتلون پہنتے تھے۔ چہرے پر داڑھی نہ تھی، لیکن "پیر صاحب" مشہور تھے۔ فقیر کے چہرے پر داڑھی ہے۔ پہناوا بھی دیسی ہے۔ ایک مرتبہ سرکٹ ہاؤس کراچی میں چیف ایڈ منسٹریٹر اوقاف ڈاکٹر محمد اکرام نے علمی مشاورت کے لیے ایک اجلاس بلایا، پیر صاحب کے بارے میں میرا کچھ اور تصوّر تھا۔ جب ملاقات ہوئی تو فرمایا: "ہم تو آپ کو کچھ اور سمجھتے تھے۔" فقیر نے کہا: "فقیر بھی آپ کو کچھ اور سمجھتا تھا۔" محفل زعفران زار ہو گئی، پیر صاحب شرمندہ ہو گئے۔[۱۵]

سیٹھ جی نے کراچی میں "انجمن اشاعتِ الحق" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ جس کے وہ خود صدر بھی تھے، اور سیکرٹری بھی بلکہ دفتر بھی۔

ہم کوزہ و ہم کوزہ گر و ہم گل کوزہ

لمبی سی ترکی ٹوپی اوڑھتے تھے، جو آدھی کاغذات سے بھری ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ایک صدری پہنتے تھے جس کی چھ سات جیبوں میں کاغذات ہی کاغذات ہوتے تھے، جس کاغذ کی ضرورت ہوتی، ٹوپی سے یا جیب سے نکال کر فوراً پیش کر دیتے، راقم ازراہِ مذاق کہا کرتا تھا: "سیٹھ جی! تمہاری انجمن کا صدر دفتر ٹوپی میں ہے اور ذیلی دفاتر جیبوں میں۔" تو وہ مسکرا دیتے۔[۱۶]

دوسرے عرسِ مسعود منعقدہ ۱۱؍ اپریل ۲۰۱۰ء کے سلسلے میں کراچی حاضری ہوئی۔ حاجی محمد اسلم مسعودی (یونائیٹڈ کنگ) کے ہاں قیام تھا۔ ۱۲؍ اپریل کی صبح ناشتہ کرتے ہوئے انھوں نے ایک یاد تازہ کی۔ فرمانے لگے: "اسی طرح دستر خوان پر کھانا لگا ہوا تھا۔ احباب ارد گرد بیٹھ گئے۔ حضرت مسعودِ ملّت ابھی کمرے ہی میں تھے۔ حضرت کی تشریف آوری سے پہلے ایک صاحب نے کیلا کھالیا اور چھلکا اپنی جیب میں ڈال لیا۔ چند لمحوں بعد حضرت تشریف لے آئے۔ کھانے کے بعد حضرت نے رفقا کو کیلے کھانے کے لیے کہا، ان صاحب کو خصوصاً مخاطب کرکے فرمایا کہ آپ بھی کیلا کھائیں، انھوں نے کہا: "حضرت میں نے کیلا کھالیا ہے" فرمایا: "کب!" عرض کیا: "آپ کے آنے سے پہلے۔" فرمایا: "آپ کے سامنے چھلکا نظر نہیں آرہا، چھلکے سمیت کھالیا۔" اس پر حاضرین

میں زبردست قہقہہ پڑا اور برادرم اسلم صاحب یہ واقعہ سنا کر حسبِ معمول بڑے کھِل کھِلا کر ہنسے۔

ایک بار قبلہ مسعودِ ملّت لاہور تشریف لائے تو برادرانِ طریقت کے ہمراہ دربار مارکیٹ جانا ہوا۔ وہاں شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب سے ملاقات طے تھی۔ حضرت کے ہمراہ سب احباب مکتبۂ قادریہ میں بیٹھ گئے۔ چھوٹی دکان تھی۔ مزید کسی کے بیٹھنے کی گنجائش نہ تھی۔ ڈاکٹر شیر محمد باہر کھڑے ہوگئے۔ کسی نے کہا: "حضرت! ڈاکٹر شیر محمد باہر رہ گئے۔" فرمایا: "شیر باہر ہی ہوا کرتا ہے۔"

لاہور میں منعقدہ تیسرے عرسِ مظہری منعقدہ ۲۸/ نومبر ۲۰۱۰ء میں شرکت کے لیے حضرت علامہ مولانا جاوید اقبال مظہری صاحب بھی تشریف لائے۔ آپ ڈاکٹر شیر محمد صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ احقر نیاز کے لیے حاضر ہوا۔ دورانِ گفتگو آپ نے ایک واقعہ سنایا: "میں حضرت مسعودِ ملّت کے ہمراہ ایک پروگرام میں شریک تھا۔ پروگرام کے اختتام پر سب احباب کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ سب احباب جب کھا چکے تو ایک صاحب نے میٹھے سے اپنی پلیٹ فُل بھرلی۔ حضرت نے دیکھا کہ دیگر حضرات کھانے سے فارغ ہو چکے تو مجھے دعا کے لیے اشارہ فرمایا۔ میرے ہاتھ اٹھاتے ہی دیگر سب حضرات نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ اب ان صاحب نے دعا کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دایاں ہاتھ خالی اور بائیں ہاتھ میں وہی میٹھے سے لبالب بھری پلیٹ اٹھالی۔ اس کی یہ ہیئتِ کذائی دیکھ کر میری اور حضرت کی بے ساختہ ہنسی نکل گئی، لیکن کسی اور کو یہ محسوس نہ ہو سکا۔

ممتاز ماہرِ تعلیم اور معروف مصنفہ محترمہ ریحانہ شفاعت ناز مسعودی صاحبہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسعودِ ملّت ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے خلفا اور احباب بھی تھے۔ کچھ دیر بعد مردانہ خانے سے زنان خانے میں مجھ سے ملنے اندر تشریف لائے۔ میرا پوتا سیف اللہ خان اس وقت چار ماہ کا تھا (اب پانچ سال کا ہونے والا ہے۔ یعنی یہ قریباً ۲۰۰۶ء کی بات ہے) لپک کر حضرت کی گود میں جا بیٹھا، اور حضرت کی ریش مبارک سے کھیلتا رہا۔ کچھ دیر بعد حضرت کی جیب سے سو سو کے کچھ نوٹ نکال لیے۔ حضرت یہ دیکھ کر مسکرا دیے اور فرمانے لگے: "انھیں معلوم ہے کہ یہ میرے ہی لیے رکھے ہیں، اسی لیے انھوں نے خود ہی نکال لیے۔" ہم سب ہنس دیے۔ حضرت نے بچے کو خوب پیار کیا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

حواشی

۱۔ تذکرۂ مسعود مشمولہ "سیرت مجددِ الف ثانی" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء
۲۔ مینارۂ نور مولانا محمد مسعود احمد، ماہنامہ "ضیائے حرم"، شمارہ نومبر ۱۹۷۶ء۔
۳۔ دورِ حاضر کی ایک نادر شخصیت، مشمولہ "آئینۂ رضویات" جلدِ دوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء۔
۴۔ پیکرِ تقویٰ و تقدس اور تاریخ ساز شخصیت، مشمولہ "تذکارِ مسعودِ ملّت" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء۔
۵۔ مسعودِ ملّت ایک تعارف، مشمولہ "تذکارِ مسعودِ ملّت" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء
۶۔ خود نوشتہ تعارف، مشمولہ "خلفائے مسعودِ ملّت"
۷۔ آہ! عم محترم مسعود ملت، مشمولہ ماہنامہ "کنزالایمان"، دہلی، شمارہ جولائی ۲۰۰۸ء
۸۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا اسلوب تحریر و تحقیق، مشمولہ ماہنامہ معارفِ رضا، کراچی، جولائی / اگست ۲۰۰۸ء (ماہرِ رضویات نمبر ۱)
۹۔ پیش لفظ "موج خیال'] مطبوعہ ممبئی ۱۹۸۴ء۔
۱۰۔ سخن ہائے گفتنی "امام احمد رضا اور عالمِ اسلام، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۳ء۔
۱۱۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حیات و خدمات (مقالۂ ڈاکٹریٹ) مطبوعہ کراچی، ۲۰۰۲ء۔
۱۲۔ ہفت روزہ افق، کراچی، شمارہ ۲۴ تا ۳۰، جولائی ۱۹۷۸ء۔
۱۳۔ پیکرِ تقوٰی و تقدس اور تاریخ ساز شخصیت، مشمولہ "تذکارِ مسعودِ ملّت" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء۔
۱۴۔ تعارف پروفیسر قاری محمد رفیق مسعودی، مشمولہ "خلفائے مسعودِ ملّت" زیرِ طبع۔
۱۵۔ یادوں کے دریچے، زیرِ طبع۔
۱۶۔ سیٹھ احمد میمن پاکستانی، مشمولہ ماہنامہ "ضیائے حرم"، لاہور، شمارہ ۱۹۷۶ء۔

کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثنا خواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے
(حدائقِ بخشش)

''ذالک الکتاب'' کی ایک اور جہت

میاں فضل احمد حبیبی عظیمی (چیئرمین نور علی نور فاؤنڈیشن، گجرات)

''ذالک الکتاب لاریب فی ھدی للمتقین'' کی تشریع ایک اور جہت ہے جو ذالک کے (وہ) ترجمے کی وجہ سے سامنے آئی ہے، جو اس بات پر شاہد ہے کہ امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے ذالک کا (وہ) سے ترجمہ کرکے قرآن فہمی پر جو رسائی حاصل کی ہے اُس کی مثال نہیں ملتی۔ امید کرتا ہوں آپ اس جہت کو بھی متعارف کرائیں گے۔ جناب پروفیسر مجید اللہ قادری اور جناب پروفیسر دلاور خاں صاحب کا بھی شکریہ اس راقم کی طرف سے ادا کر دیں گے۔ اور دیگر دوستوں کا بھی۔ سلام مسنون۔ حبیبی عظیمی

گرامیِ قدر مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''معارفِ رضا'' جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب! ماہنامہ ''معارفِ رضا'' موصول ہوا۔ تہِ دل سے شکریہ!

جناب پروفیسر دلاور خاں کے دو مضامین کے مطالعے سے راحت حاصل ہوئی اور اپنی بات جو ''اداریہ'' کی حیثیت رکھتی ہے ''نوید انقلاب'' میں حکومت اور تدریس میں مصروف اِداروں کے لیے عمدہ رہنمائی کی گئی ہے۔ جس شب و روز کی محنت و محبت سے مقالہ (مضمون) تیار کیا گیا اس کا اندازہ عبارت میں حوالہ جات سے اچھی طرح ہو جاتا ہے۔

ذالكَ الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين۔

جو ترجمہ: حضرت عالی مقام اعلیٰ حضرت نے کیا ہے بلا شک و شبہ اس کی نظیر نہیں ملتی جس کو (۲۲) تفاسیر کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ جزاك الله۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے ترجمے کی جس قدر تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ جناب پروفیسر دلاور خاں نے بڑی عرق ریزی کی ہے۔ تفاسیر کی تاریخ شاہد ہے اور یہ شہادت ہی امام احمد رضا خاں کو مفسرین سے جداگانہ امتیاز دیتی ہے۔

ذالكَ الكتاب لا ريب فيه هدًى للمتقين: کے ترجمے کی بہت سے جہتوں کا تعارف کرایا گیا جو لفظ ''ذالك'' کے وارد ہونے کی وجہ سے سامنے آئیں ہیں۔ جب ذالک (اشارہ بعید) کو پیشِ نظر رکھا جائے تو امام احمد رضا قدس سرہ کے ترجمے سے ایک اور جہت بھی سامنے آئی ہے۔ جس کا اظہار اگلی عبارت میں کیا جاتا ہے۔

ذَالكَ (وہ بلند مرتبہ)

الکتاب (تحریر عہد نامہ (Contract) ہے، جو مومنوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان طے پایا تھا۔ اُس عہد نامے میں اللہ تعالیٰ خریدار ہے اہل ایمان کی جانوں اور مالوں کا اور اس کے بدلے جنت دے گا۔ جس کا ذکر قرآن میں ہے۔

القرآن: اِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ٥
(سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۱۱)

ترجمہ سے پہلے پس منظر پھر ترجمہ درج کیا جاتا ہے:

پس منظر: اللہ تعالیٰ نیک بندوں کا ذکر کرتا ہے۔ ان مومنین کا جن سے ایک مخصوص سودا کیا ہے اور سودا بھی عجیب و غریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی مومنوں کو جان و مال سے نوازا اور خود ہی اس کو ان سے جنت کے عوض مول لے رہا ہے، ایک وعدہ پر معاملہ ہو گیا۔

۱۔ ادھر سے یہ عہد کہ ''ہم تیرے ہیں تیرے رسول کے حکم پر چلیں گے۔ اور اُن کے ہو کے رہیں گے۔''

۲۔ ادھر سے یہ انعام کہ بس تمہارے اس عہد پر بات پکی ہو گئی۔ جنت کی وہ نعمتیں جن کا کوئی تصور نہیں کر سکتا ہے۔ نہ اندازہ کیا جا سکتا ہے تمہارے لیے ہو گئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا رہتی دنیا تک مسلمانوں سے وعدہ ہے اور یہ وعدہ کن لوگوں سے کیا گیا! ان کے اوصاف بیاں کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس جماعت کو بھی یہ حکم نہیں کہ مشرک جو اللہ کا باغی ہے اُس کے لیے دعا مغفرت کرے۔ باقی سب کے لیے وہ رؤف و رحیم ہے۔ البتہ اگر موت سے پہلے وہ بھی توبہ

کرلے تو اللہ تعالیٰ توّاب و رحیم ہے۔ یہاں بھی معاف کرے گا اور آخرت میں بھی نوازے گا۔ (فیوض القرآن جلد اوّل، سورہ توبہ، رکوع ۱۴)

(نوٹ) اس سوداگری میں خریدار اللہ تعالیٰ ہے۔ فروخت کرنے والے مومنین ہیں۔ اس سوداگری میں شرائط و ضوابط طے پائے وہ شرائط وضوابط کی تفصیل قرآن میں درج ہے اور طویل ہے۔ یہاں صرف اجمال بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ جانیں اور مال عالم دنیا میں مومنوں سے لے لیتا ہے۔

۲۔ جانوں اور مالوں کا عوض مومنوں کو مرنے کے بعد دیا جائے گا۔ چونکہ جانیں اور مال کو مومنوں سے اِس زندگی میں لے لیا جاتا ہے۔ لیکن معاوضہ مرنے کے بعد دیا جائے گا۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے جو جو وعدے مومنوں سے کر رکھے ہیں ان وعدوں کو اللہ تعالیٰ ہر قیمت پر پورا کرے گا۔ اے مومنو! اِس پکے اور سچے وعدے میں شک نہ ہے۔ تو لاریب سے مراد اللہ تعالیٰ کے وعدے میں شک نہ کرنے کا یقین دلایا گیا ہے۔

۳۔ ھدًی للمتقین: ھدایت متقین کے لیے ہے جن کے اوصاف یہ ہیں:

۱۔ ایمان بالغیب ۲۔ اقامت صلوٰۃ۔ ۳۔ انفاقِ رزق

جو انسان اِن تین اوصاف کا حامل ہے وہ متقین میں سے ہے جب وہ متقی ہے تو اُس کو مزید ہدایت چہ معنٰی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو پہلے یقین دلاتا ہے میرے وعدے سچے ہیں اُن میں شک کی گنجائش نہیں اور دوسرا اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ وہ نعمتیں جن کا میں نے دینے کا وعدہ کر رکھا ہے ان نعمتوں کا مشاہدہ (ہدایت) متقین کو اس دنیا میں کرادیا جائے گا۔ مگر مرنے کے بعد عالم آخرت میں دی جائیں گی (مولف حبیبی عظیمی)

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اِس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ یہ (مومنین) اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے (بھی) ہیں اور شہید (بھی) ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کا پختہ وعدہ (مومنین سے ہوچکا ہے اور وعدہ بھی تحریری) جو توریت اور انجیل اور قرآن میں (ہے) اور اللہ سے بڑھ کر کون وعدے کا پکا صادق القول ہوسکتا ہے۔ (کوئی نہیں، ہر گز نہیں) اس سودے پر جو تم نے اُس (اللہ) سے کیا ہے۔

خوشیاں مناؤ: اور (ہر چند یہ جنت اس وقت نظر نہیں آتی لیکن) بڑی کامیابی یہی ہے۔ دائمی مسرت اور وامن رحمت میں جگہ پاؤ۔ (سورۃ توبہ، آیت ۱۱۱)

(ترجمہ اور پس منظر فیوض القرآن)

مندرجہ بالا وہ جہت ہے جو ذالک کے لفظ میں مستور ہے۔ امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے بارے میں سید عبدالرحمٰن بخاری صاحب کے مقالے سے ایک عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ جسم و جان میں زندگی کی ایک خوشگوار لہر دوڑ جائے:

۱۔ احمد رضا کا خمیر عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں گندھا ہے۔

۲۔ اس کا پیکر اسی سانچے میں ڈھلا ہے۔

۳۔ اس کے وجود کا محور یہی ہے۔

۴۔ اس کے فکر کی منزل اور علم کا حاصل یہی ہے۔

۵۔ اس کا دین وایمان یہی ہے۔

۶۔ احمد رضا کے خون میں عشقِ نبی ﷺ کی حدت ہے۔

۷۔ اس کی نبضوں میں ارتعاش اسی سے ہے۔

۸۔ جذبوں کا ارتکاز اسی پر ہے۔

۹۔ اس کی پیاس یہی، سیرابی یہی، درد یہی، شفا بھی یہی ہے۔

۱۰۔ اس کے رت جگے اسی عشق کے باعث اور ریاضتیں اسی کی خاطر ہیں۔

۱۱۔ اس کے آنسو اسی درد کی رم جھم اور تبسم اسی پیار کی خوشبو۔

۱۲۔ اس کے من کا گداز یہی ہے اور اس کے قلم کی کاٹ اسی سے، اس کے چہرے کی شادابی یہی ہے۔

۱۳۔ سانسوں کی مہکار اسی سے۔

۱۴۔ احمد رضا کا دل دھڑکے تو یہی نام ابھرتا ہے۔

۱۵۔ پلکیں اٹھیں تو یہی جلوہ ڈھونڈتی ہیں اور لب ہلیں تو یہی پکار گونجتی ہے۔

دہن میں زباں تمہارے لئے
بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے
اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے''

(معارفِ رضا، اپریل ۲۰۱۱ء، ص ۹)

عقیدۃ ختم النبوۃ

تبصرہ نگار: پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد

نام کتاب: **عقیدۃ ختم النّبوۃ** (جلد اوّل)، (جلد دوم)، (جلد سوم)، (جلد چہارم)، (جلد پنجم)، (جلد ششم)، (جلد ہفتم)، (جلد ہشتم)، (جلد نہم)، (جلد دہم)، (جلد گیارھویں) اور (جلد بارھویں)۔

مرتب: مفتی محمد امین

ناشر: الادارۃ التحفظ العقائد الا سلامیۃ، جامع مسجد بہارِ شریعت، بہادر آباد، کراچی۔ فون نمبر: 021-34942300

سالِ اشاعت: 2005ء، 2005ء، 2006ء، 2006ء، 2007ء، 2007ء، 2009ء، 2009ء، 2009ء، 2009ء، 2010ء، 2010ء۔

صفحات: 686، 533، 657، 581، 490، 521، 544، 551، 496، 558، 607، 608۔

قیمت: 205، 200، 225، 225، 225، 225، 325، 325، 300، 325، 450، 450روپے۔

قرآنِ مجید کے مطابق اسلام کو بطور دین نہ صرف پسند کر لیا گیا ہے بلکہ اس کو مکمل بھی کر دیا گیا ہے۔ اسلام کے دیگر بنیادی عقائد کی طرح، عقیدۂ ختم نبوت بھی واضح اور غیر مبہم انداز میں نہ صرف قرآنِ مجید بلکہ احادیثِ نبوی کے ذریعے امتِ مسلمہ کے لیے بیان کر دیا گیا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت، اسلام کی بنیاد ہے۔ اس کے بارے میں شک کرنا یا اس کی کوئی بھی توجیہ کرنا، دائرۂ اسلام سے اخراج کا باعث ہے۔ یہ مسئلہ جتنا واضح ہے اتنا ہی حساس بھی ہے۔ اسی لیے جب اندرونی اور بیرونی حلقوں کی طرف سے اس مسئلے کو کسی بھی پہلو سے متازعہ بنانے کی شعوری یا لاشعوری کو
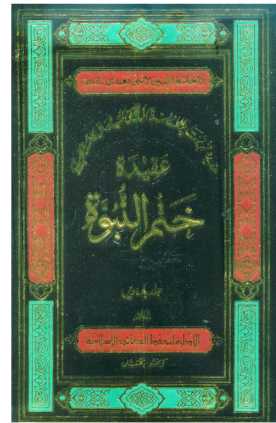
ششیں کی گئیں تو علمائے اسلام نے اپنے اپنے عہد کے تقاضوں کے تحت نہ صرف ان کا عقلی اور نقلی طور پر کامیاب مقابلہ کیا بلکہ جہاں مناسب ہوا، طاقت کے زور پر ان کا مقابلہ کیا اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سر کچل کے رکھ دیا۔

جنوبی ایشیا کا خطہ کئی حوالوں سے اپنی پہچان رکھتا ہے۔ یہاں اسلام صوفیا و علماے اسلام کے ذریعے زیادہ پھیلا۔ اسلامی فکر سے روشناس ہونے کے بعد، اسی خطّے نے فکرِ اسلامی کے ارتقا، احیا اور فروغ میں نہایت نمایاں کردار ادا کیا۔ تاہم بدقسمتی سے مقامی اثرات کے تحت اور غیر ملکی سامراجی عناصر کے ایما پر اس فکرِ اسلامی میں غیر اسلامی افکار و خیالات کی پیوند کاری کی کوشش بھی کی گئی، جو ہنوز جاری ہیں۔ فتنۂ قادیان اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء۔۱۹۰۸ء) نے ۱۹۰۱ء میں دعواے نبوت کیا۔ تاہم قبل ازیں اسی کے دیگر دعاوی مثلاً مجدد ہونا، مسیح موعود ہونا، ظلی نبی ہونا وغیرہ کا مدلل اور بلیغ رد، علماے اسلام کی طرف سے آچکا تھا۔ اس سلسلے میں پہلا فتویٰ ۱۸۸۳ء میں مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی قصوری (م۔98ء / 1897ء) نے دیا تھا۔ بعد ازاں علماے اسلام نے اپنی اپنی حیثیت اور توفیق کے تحت مرزا قادیانی اور اس کی تحریک کا بھرپور ہمہ جہتی رد کیا جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اسی سلسلۃ الذھب کی ایک نہایت اہم کڑی زیر تبصرہ کتاب ہے۔

کتاب کے مرتب مفتی محمد امین قادری عطاری (نومبر 1971ء۔ دسمبر 2005ء) نے پاکستان بھر سے علما و مشائخ اہلِ سنّت وجماعت سے رابطہ کر کے اور مختلف کتب خانوں سے، عقیدۂ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت پر کتب تلاش کر کے، ان کو جدید انداز میں کمپوز کرا کے بارہ جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ اگرچہ مفتی امین قادری

نے طویل زندگی نہیں پائی تاہم وہ اور ان سے منسلک مخلص احباب کی ٹیم نے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے ایسا عظیم کام کا آغاز کیا ہے جو رہتی دنیا تک ایک حوالے کا درجہ رکھے گا۔

اس مجموعے میں سنین تصانیف کے اعتبار سے، علما و مشائخ اہلِ سنّت کی کتب کو جمع کیا گیا ہے۔ ہر کتاب کے آغاز میں مصنف کا تفصیلی تعارف دیا گیا ہے۔ ان کتب کے علاوہ اس مجموعے میں بعض علمائے اہلِ سنّت کی تقاریظ بھی شامل ہیں۔ نیز جلد اوّل کے آغاز میں مفتی امین قادری کا مبسوط مقدمہ بھی مجموعے کی افادیت بڑھنے میں معاون ہوا ہے۔ اس مقدمے میں مفتی امین قادری نے قرآنِ مجید اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں عقیدۂ ختم نبوت کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے جھوٹے مدعیانِ نبوت اور ان کے انجام کا تاریخی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ مقدمے کے آخر میں مرزا قادیانی کے افکار کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ان کا رد کیا ہے اور اس سلسلے میں دیگر علما و مشائخ اہلِ سنّت کی علمی و عملی جدوجہد کا جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ بارہ جلدوں پر مشتمل اس مجموعے میں مندرجہ ذیل علما و مشائخ اہلِ سنّت کی کتب کو شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔

۱۔ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی قصوری۔

تحقیقاتِ دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ۔ رجمُ الشّیاطین برد اغلوطات البراھین (عربی)۔ فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی۔

۲۔ مفتی غلام رسول نقشبندی امر تسری (م۔ 03ء / 1902ء)

الالہامہ الصحیح فی اثباۃ حیات المسیح (عربی / اردو)

۳۔ مولانا قاضی فضل احمد نقشبندی لدھیانوی

کلمہ فضل رحمانی بجواب اوھام غلام قادیانی۔ جمعیت خاطر

۴۔ مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری بریلوی (1856ء۔ 1921ء)

جزاء اللہ عدوّہ بابا ئہ ختم النبوۃ۔ السوٴ و العقاب علی المسیح الکذاب۔ قھرالدّیّان علیٰ مرتد بقادیان۔ المبین ختم النبیّین۔ الجبل الثّانوی علی کلیہ التّانوی۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔

۵۔ مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی (1875ء۔ 1943ء)

الصّارم الرّبّانی علی اسراف القادیانی

۶۔ مولانا محمد حیدر اللہ خان درانی نقشبندی

درۃ الدرّانی علیٰ ردّۃ القادیانی

۷۔ مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی (1892ء۔ 1954ء)

مرزائی حقیقت کا اظہار

۸۔ پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی (1859ء۔ 1937ء)

ھدیۃ الرسول (فارسی)۔ شمس الھدایۃ فی اثبات حیاۃ المسیح۔ سیف چشتیائی۔

۹۔ مولانا محمد انوار اللہ چشتی (1848ء۔ 1918ء)

مفاتیح الاعلام۔ افادۃ الافہام (حصہ اوّل و حصہ دوم)، انوار الحق۔

۱۰۔ پیر خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی (1887ء۔ 1929ء)، معیار المسیح۔

۱۱۔ مولانا قاضی محی الدین غلام جیلانی چشتی (1868ء۔ 1930ء)

تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی۔ جواب حقانی در ردِ بنگالی قادیانی۔ رسالہ بیانِ مقبول ورد قادیانی مجہول۔

۱۲۔ مولانا قاضی غلام ربانی چشتی (م۔ 1946ء)

مرزا کی غلطیاں۔ رسالہ ردِ قادیانی (فارسی)

۱۳۔ پیر سید ظہور شاہ قادری (89ء / 1888ء۔ 1953ء)

قہر یزدانی بر جانِ دجّال قادیانی۔

۱۴۔ مفتی غلام مرتضیٰ (61ء / 1860ء۔ 1927ء)

الظّفر الرّحمانی فی کسفِ القادیانی (رودادِ مناظرہ)۔ ختم النّبوۃ۔

۱۵۔ مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری (1896ء۔ 1961ء)

اکرام الحق کی کھلی چھٹی کا جواب

۱۶۔ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش (1899ء۔ 1959ء)

ابرز شکن گرز عرف مرزائی نامہ۔ پاکستان میں مرزائیت کا مستقبل۔ قادیانی سیاست۔ کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہو گئی؟

۱۷۔ مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین دبیرؔ (53ء / 1852ء۔ 1946ء)

تازیانۂ عبرت المعروف متنبّی قادیان قانون کے شکنجے میں یعنی روداد فوجداری گرداسپور۔

۱۸۔ مولانا مفتی محمد عبد الحفیظ حقانی (1901ء۔ 1958ء)

السُیوف الکلامیۃ لقطع الدّعاوی الغلامیۃ۔

۱۹۔ مولانا ابوالمنظور محمد نظام الدین قادری ملتانی (م۔1936ء)

قہریزدانی برقلعۂ قادیانی

۲۰۔ مولانا ظہور احمد بگوی (1900ء۔1945ء)

برقِ آسمان بر خرمنِ قادیانی (جلد اول وجلد دوم)

۲۱۔ سید محمد حبیب شاہ (1891ء۔1951ء)

تحریکِ قادیان: یہ عقیدہ ہمارے لیے کیوں قابل قبول نہیں؟

۲۲۔ حکیم عبدالغنی ناظم نقشبندی (1892ء۔1966ء)

الحق المبین: مرزائیوں کے سوالات کے جوابات۔

۲۳۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری (1881ء۔1944ء)

الکاویہ علی الغاویہ (حصہ اوّل)، الکاویہ علی الغاویہ (جلد دوم حصہ اوّل)

عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے علماے اہلِ سنّت کی چند تحریری خدمات تو اس مجموعے میں محفوظ ہو گئیں ہیں اور جو رہ گئی ہیں وہ بھی امید ہے کہ آنے والی جلدوں کے ذریعے محفوظ ہو جائیں گی۔ تاہم جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ ردِّ قادیانیت میں علماے اہلِ سنّت کی ہمہ جہتی خدمات ہیں، جن میں سیاسی جدوجہد بھی نمایاں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حوالے سے بھی علماے اہلِ سنّت کی خدمات کو محفوظ کیا جائے۔ ردِّ قادیانیت میں مصروف مصروف اداروں، تنظیموں اور جماعتوں کی تاریخ مرتب کی جائے۔ ان کی طرف سے شائع شدہ مضامین، اشتہارات، پمفلٹ، روداد، مناظرہ اور فتاوٰی وغیرہ کو یکجا کیا جائے۔ آج کے جدید دور میں یہ کام اور آسان ہو گیا ہے کہ اس تمام مواد کو سی ڈی میں منتقل کیا جائے اور تقاریر کو مختلف ویب سائٹ کے ذریعے اپ لوڈ کر دیا جائے۔ یہ کام جتنا ضروری اور مفید ہے شاید اتنا ہی مشکل بھی ہے۔ تاہم اس مجموعے کے ناشر ادارے سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ یہ مشکل کام بھی کر سکتا ہے۔

زیرِ تبصرہ مجموعہ کیونکہ ایک عظیم منصوبے کی عملی شکل ہے، اس لیے اس میں چند خامیاں رہ گئی ہیں۔ جن کو دور کر کے اس کام کی افادیت کو مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ مجموعے میں بعض سن ہجری تقویم کے مطابق ہیں جبکہ بعض عیسوی تقویم کے مطابق۔ اگر اس کو عیسوی تقویم کے مطابق کر دیا جائے تو بہتر ہو گا کیونکہ یہی تقویم پاکستان میں مروج ہے۔ اگر ہجری تقویم ہی پر عمل کرنا ہے تو بہتر ہے کہ ساتھ قوسین میں عیسوی تقویم دے دی جائے۔ مجموعے میں شامل کتب کو نئے سرے سے کمپوز کیا گیا ہے۔ تاہم اسی کے ساتھ ہی بعض اضافہ جات بھی کر دیے گئے ہیں، جن کی نشاندہی ضروری تھی۔ مثلاً جلد دوم میں جہاں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی کتب شامل کی گئی ہیں وہاں کتاب کے سرورق کے بعد، ان کی اور مولانا حسن رضا خاں بریلوی (1859ء۔ 1908ء) کی نعتیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح کتب کے سرورق پر مصنف کے نام کے ساتھ، موجودہ زمانے میں ان مصنفین کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات لکھے ہوئے ہیں، جو یقیناً اصل کتب میں نہیں ہوں گے۔ اس مجموعے کو مزید مستند بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں شامل کتب کے اصلی سرورق کے عکس بھی شامل کر دیے جائیں۔ مجموعے کے ص ۱۹۹ پر شامل کتاب کے مصنف کے طور پر غلام گیلانی ر جیلانی کا نام درج ہے۔ ان کے تعارف میں بھی یہ کتاب انہیں کی مانی گئی ہے (ص۱۶)۔ تاہم ص ۳۵۷ پر جہاں یہ کتاب ختم ہوئی ہے، وہاں آخر میں ''بقلم فقیر محمد غلام ربانی'' درج ہے۔ اس تضاد کو آئندہ ایڈیشن میں دور کرنا چاہیے۔

مضبوط جلد اور خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ، عقیدۂ ختم نبوت کے ساتھ اپنے فکری اور قلبی وابستگی کا بہترین اظہار کیا گیا ہے۔ جس کے لیے مجموعے کے ناشر اور اس ادارے کے تمام اراکین کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے۔

شوقِ اقتداے احمد رضا

محمد بہاء الحق قاسمی (دیوبندی) عرض کرتا ہے کہ میرے شفیق استاد مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفۂ اعظم حضرت (اشرف علی) تھانوی نے بار بار مجھ سے فرمایا کہ حضرت (اشرف علی) تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔

(محمد بہاء الحق قاسمی، مولوی: اُسوۂ اکابر مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۲ء، ص۱۵)

تبصرہ نگار: پروفیسر دلاور خان

کتاب کا نام: البلاغ

مصنف: پروفیسر سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ

قیمت: ۱۵۰روپے

ناشر: ادارۂ پاکستان شناسی لاہور۔

فون: 0423714862/03224005952

پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف کی ولادت صوبہ بہار کے نہایت ہی معزز سید گھرانے میں ۱۸۷۸ء میں ہوئی۔ والد حکیم سید محمد عبداللہ نہایت متقی، شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔ علامہ موصوف مذہباً حنفی اور مشرباً چشتی نظامی تھے۔ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں مولانا احمد رضا خان محدثِ حنفی کے اجل خلیفہ تھے۔ مذہبی، سیاسی اور فکری طور پر اپنے مرشدِ کریم امام احمد رضا کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حد تو یہ تھی کہ وضع قطع میں آپ کے اتباع کو باعثِ فخر و سعادت تصور کرتے تھے۔ ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ سے اسلامیات کے لیکچرر کی حیثیت سے اپنی معلمانہ زندگی کا آغاز فرمایا اپنی صلاحیتوں کو شعبۂ ہٰذا کی ترقی کے لیے وقف کر دیا۔ ترقی کرتے ہوئے صدر شعبۂ اسلامیات کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں آپ سے فیضیاب ہونے والی چند معروف شخصیات یہ ہیں:

(۱)۔ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری

(۲)۔پروفیسر رشید احمد صدیقی

(۳)۔ قاری محمد انور صمدانی

(۴)۔ڈاکٹر سید عابد علی

(۵)۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی

سید صاحب کو جہاں خطاب و تلقین میں ملکہ حاصل تھا، وہاں آپ تصنیفی اور تحریری میدان کے شہ سوار بھی تھے۔ آپ کی چند مشہورِ زمانہ کتب درج ذیل ہیں:

(۱)۔الرشاد   (۲)۔الحج

(۳)۔النور   (۴)۔البلاغ

(۵)۔ المبین

تصنیفی حوالے سے علامہ سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ امتیازی خوبی تھی کہ وہ اپنی تصنیف کے نام کو قرآنی آیت کے آخری لفظ سے معنون کرتے ہیں۔

زیرِ تبصرہ رسالہ "البلاغ" پہلی مرتبہ ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔ سو سال تک یہ قیمتی رسالہ نایاب ہونے کی وجہ سے اہل علم کی دسترس سے باہر رہا۔ بالآخر اسے "ادارۂ پاکستان شناسی" نے ڈاکٹر وحید عشرت کے دیباچے کے ساتھ منفرد انداز میں شائع کیا۔ مولانا سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے "البلاغ" میں خلافتِ عثمانیہ کے چیدہ چیدہ نشیب و فراز کے واقعات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے کہ ۶۲۳ سال سلطنتِ عثمانیہ جس کی طاقت سے مغربی حکومتیں کانپتی تھیں وہ کس طرح زوال پزیر ہوئی۔ "البلاغ" دو مقالہ جات کے عکس پر مشتمل

ہے ۔ پہلے مقالے کا عنوان "مسلمانوں کا ملی انحطاط" جس میں سلطنتِ عثمانیہ کی شان و شوکت اور ان کے مذہبی، سیاسی اور دفاعی زوال کے اسباب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے انحراف کے بھیانک نتائج کی نشاندہی کی گئی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"رشوت ستانی، ملک فروشی، ملت فروشی ان سب آفتوں میں مبتلا ہو گئے۔ اب یہ ہونے لگا کہ یورپین اقوام سے اعیانِ دولت (امرا و وزرا) اسلامیہ اشرفیاں لیتے ہیں اور اپنے ملک اور اپنے بھائیوں کو ان کے حوالے کرتے جاتے ہیں۔ اسلام کو اقوامِ غیر سے اس قدر جاں ستان صدمہ نہیں پہنچا جیسا کہ خود مسلمانوں کے ہاتھ سے اسے زخمِ کاری لگتا رہا۔ وہ مسلمان ہی تو ہیں جن کی بدولت دولتِ عباسی کا چراغ گل ہو گیا۔ ہندوستان کی یہ فلاکت زدہ حالت ہو گئی، سلطنتِ عثمانی اس طرح ذبح کی جارہی ہے۔ ایران یوں تباہ ہو رہا ہے۔" (البلاغ، ص ۱۸)

عرصہ گزرنے کے باوجود بھی مسلم ممالک کے حکمرانوں نے سلطنتِ عثمانیہ کے زوال سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا، بلکہ آج بھی وہی صورتِ حال ہے جو کئی سو سال پہلے زوال کا سبب بنی۔ آج بھی مسلمانوں کو پیسوں کے عوض دوسروں کے حوالے کیا جارہا ہے۔ مسلم غیرت و حمیت کا سرِ بازار سودا کیا جارہا ہے۔ چند سالوں کے ذاتی اقتدار کی ہوس میں اقتدارِ اعلیٰ کو بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ تاریخ آنے والی نسلوں کے لیے رہنما ہوتی ہے، لیکن افسوس کہ تاریخ کے نشیب و فراز سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا جارہا۔

دوسرا مقالہ "اسلام اور خلافت" کے ذیلی عنوانات: اسلام اور تمدن، اسلام اور سیاست، اسلام اور حرب، خلافت اور پانچ مفید ہدایات پر مشتمل ہے۔

یہ مقالہ اسلامی سیاسیات پر اتنا وقیع ہے کہ جامعات کے شعبۂ سیاسیات کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے تا کہ سیاسیات کے طلبہ اسلامی سیاست کے روشن خدوخال سے آگاہ ہو سکیں۔ کتاب مجموعی طور پر خوب صورت سرورق پر مشتمل ہے۔ اگر آئندہ ایڈیشن میں عکس کی بجائے جدید کمپوزنگ سے کام لیا جائے تو کتاب کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔

جنوبی ایشیا میں علمائے اہلِ سنّت کی سیاسی خدمات دنیائے سیاست میں آفتاب کی مانند ہے، لیکن اس حقیقت سے بھی کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا کہ علمی اور تحقیقی سطح سے اسے نئی نسل میں منتقل نہیں کیا گیا۔ اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ جن میں ایک سبب سیاسی شعور کا فقدان اور عملی سیاست کو شجرِ ممنوعہ سمجھ کر سیاسی میدان دوسروں کے لیے چھوڑ دینا ہے۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ اقلیتی مکتبہ ہائے فکر نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ آج وہ کامیابی سے اپنے سیاسی عزائم کو پورا کر رہے ہیں۔ "منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے"۔ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کو خوابِ غفلت سے بیدار کر کے اپنی معاشی، سیاسی اور علمی قوت کو مجتمع کرنا عصرِ حاضر کا نہایت ہی اہم تقاضا ہو گا۔

ظہورالدین خان امرتسری (سابق جنرل سیکریٹری مرکزی مجلسِ رضا لاہور) نے سیاسی خلا کو علمی طور پر پُر کرنے کے لیے ادارۂ پاکستان شناسی لاہور کی داغ بیل ڈالی۔ وسائل کی کمی، کتب کی نایابی، اہلِ علم کی عدم توجہی، اہلِ ثروت کی عدم دلچسپی اور قاری میں مطالعے کے فقدان کے باوجود موصوف نایاب کتب کی تلاش، طباعت، اشاعت اور تقسیم کے لیے عرسوں، کتب میلوں میں اسٹال لگا کر تن تنہا علمی سطح پر علمائے اہلِ سنّت کی سیاسی خدمات کو فروغ دینے میں ہمہ وقت مصروفِ عمل ہیں۔ ہم جیسے لوگ جو کچھ نہیں کرتے، صرف تنقید اور باتیں بنانے سے فرصت نہیں ان کے لیے یقیناً آپ مشعلِ راہ ہیں۔

ظہورالدین خان نے چند سالوں میں جس تیزی سے اس خلا کو پُر کیا ہے اس کے اثرات نمایاں ہونے لگے ہیں۔ ان کی اشاعت کردہ کتب سیاسی تاریخ میں ایک مستند حوالہ بن چکی ہیں اور محققین کے لیے توجہ کا مرکز ہیں، جس کا وہ کئی سالوں سے بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ اب سنّی سیاست کی تابناکی کو متعصب مورخ کے لیے اسے نظر انداز کرنا آسان نہ ہو گا۔ عصری تقاضا یہ ہے کہ سنّی سیاست کو نوجوان نسل میں منتقل کرنے اور سیاسی بیداری کے لیے اہلِ علم، قارئین اور اہلِ ثروت ظہورالدین خان امرتسری کے ہاتھ مضبوط کریں۔

ج ج ج ج ج ج

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

فہرستِ کتب ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

نام کتاب	مصنف / مرتب	صفحات	قیمت (روپے)	قیمت (ڈالر)
نزولِ آیاتِ فرقان۔و۔ معین مبین	امام احمد رضا خاں، ترتیب: مولانا محمد حنیف خاں رضوی	104	60/-	4$
مولانا نقی علی خاں۔ حیات و علمی کارنامے	ڈاکٹر محمد حسن قادری (ڈاکٹریٹ مقالہ)	225	160/-	5$
مکتوباتِ مسعودی	عبد الستار نقشبندی	598	400/-	15$
تذکرۂ اراکینِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	184	80/-	6$
۲۵ سالہ تاریخ وکارکردگیٔ ادارہ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	56	25/-	2$
مختصر تعارف، مطبوعات وکارکردگیٔ ادارہ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	56	25/-	2$
خلفائے محدثِ بریلوی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	156	100/-	5$
امام احمد رضا کی انشا پردازی	ڈاکٹر غلام غوث قادری	136	100/-	7$
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔ ایک تعارف	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	56	40/-	2$
اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی اور علمائے کوٹلی	پروفیسر مجیب احمد	64	60/-	4$
جدید طریقۂ نعت خوانی تعلیماتِ رضا کی روشنی میں	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	16	20/-	2$
اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	80	50/-	2$
اشاریۂ سالنامہ معارفِ رضا۔ ۱۹۸۱ء تا ۲۰۰۶ء	مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری	64	100/-	2$
رضویات۔ نئے تحقیقی تناظر میں	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اور دیگر	160	150/-	10$
اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی	ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی (ڈاکٹریٹ مقالہ)	680	400/-	15$
دو مجدد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	96	60/-	3$
لال قلعہ سے لال مسجد تک	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	64	50/-	2$
تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق	سلیم اللہ جندران	174	150/-	10$
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بلوچستان میں	پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر	64	50/-	4$
امام احمد رضا اور علم صوتیات	ڈاکٹر محمد مالک	64	50/-	4$
الامام أحمد رضا خاں وأثرہ فی الفقہ الحنفی	علامہ مشتاق احمد شاہ الأزہری	400	500/-	18$
النثر الفنی	قاضی السید عتیق الرحمن شاہ بخاری	165	250/-	8$
ثلاث رسائل فی التکافل الاجتماع	امام احمد رضا خاں: ترجمہ: الشیخ انوار احمد البغدادی	150	150/-	5$
حیاۃ الامام أحمد رضا	محمد اسلم رضا	55	70/-	7$
EMBRYOLOGY	Ahmad Raza, Transltion: Khursheed Ahmed	55	48/-	4$
Hussam-Ul-Haramain	Ahmad Raza, Transltion: Bashir Hussain	155	100/-	5$

معارفِ رضا کے مقالہ نگاران کے لیے رہنما اصول

ترتیب: پروفیسر دلاور خاں

۱۔ مفکر اسلام احمد رضا محدث حنفی کی عقائد، قرآن، حدیث، فقہ، سیرت النبی ﷺ، تصوف، تاریخ، سائنس، بین الاقوامی تعلقات، فلسفہ، ادب، سائنس، صحافت، طب، ریاضی، منطق، تعلیم، معاشیات، سیاسیات عمرانیات اور نفسیات میں خدمات کو موضوع تحقیق بنایا جائے۔ مقالہ ان موضوعات کے کسی ذیلی عنوان کے تحت لکھا جائے۔ عنوان جامع اور اعلیٰ مقاصد کا حامل ہو۔ مقالہ عصری افادیت کے تناظر میں لکھا جائے۔

۲۔ سب سے پہلے مقالے کا ایک واضح اور جامع خاکہ تیار کیا جائے۔

۳۔ خاکے کی تیاری کے بعد متعلقہ مواد کے ماٰخذ و مراجع کی فہرست تیار کی جائے۔

۴۔ خطِ وقت (Time Line): مقالے کے آغاز سے پہلے اس کے مختلف حصوں کی فہرست تیار کر لی جائے اور اس کے سامنے کالم میں اس حصے کے آغاز و تکمیل کی تاریخ درج کی جائے تاکہ مقالہ اپنے معینہ وقت پر تکمیل پزیر ہو۔

۵۔ تمہید / تعارف عمیق مطالعے کے بعد قلم بند کی جائے۔

۶۔ متن کی صحت، قطعیت اور موزونیت پر خاص توجہ دی جائے۔ جملوں اور الفاظ کی تکرار سے اجتناب کیا جائے۔

۷۔ مقالہ ایک مرکزی خیال و تصّور کے گرد گھومتا ہے۔ ہر پیراگراف میں اسی خیال کو آگے بڑھایا جائے جس کی بنیاد پچھلے پیراگراف پر ہو۔

۹۔ بنیادی ماٰخذ سے استفادے کو ترجیح دی جائے۔

۱۰۔ کسی رائے کی تائید میں دلائل کا ذکر بتدریج قوی اور قوی تر دلائل سے کیا جائے۔

۱۱۔ مبالغہ آمیزی سے گریز کیا جائے۔ جس قدر ہو سکے حقیقت پسندانہ معروضی اندازِ فکر کی پیروی کی جائے۔

۱۲۔ جذباتی انداز سے اجتناب کرتے ہوئے، اپنے موقف کو مثبت انداز میں بھرپور دلائل سے پیش کیا جائے۔

۱۳۔ صیغۂ متکلم سے گریز کیا جائے۔

۱۴۔ منفی فقرات سے گریز کیا جائے۔ تمسخرانہ انداز، رکیک جملوں اور کسی پر کیچڑ اچھالنے سے احتراز کیا جائے۔

۱۵۔ تحقیقی مقالہ نویسی کوئی شاعری یا افسانہ نگاری نہیں۔ اس کا انداز سنجیدہ اور دھیما ہو۔

۱۶۔ عبارت آرائی میں اعتدال کی راہ اپنائی جائے۔ طویل جملوں سے گریز کیا جائے۔

۱۷۔ رموز و اوقاف اور گرامر کے لحاظ سے عبارت درست ہو۔

۱۸۔ ایسی تفصیل سے گریز کیا جائے جو بلاضرورت مقالے کے حجم میں اضافے کا باعث ہو۔

۱۹۔ فنّی اصطلاحات کے استعمال پر خوب توجہ دی جائے کیونکہ اس سے مقالے میں علمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

۲۰۔ اگر ایک اصطلاح ایک معنٰی میں استعمال کی گئی ہو تو پورے مقالے میں وہ اصطلاح اسی معنٰی میں استعمال کی جائے۔

۲۱۔ اقتباسات براہِ راست مطالعے کے بعد درج کیے جائیں۔ اقتباس پانچ سطور سے زائد نہ ہو تو اسے مقالے کے ہی خط کے مساوی لکھا جائے۔

۲۲۔ اقتباس اگر پانچ سطور سے زائد ہے، پھر اسے مقالے کے خط کی نسبت چھوٹے سائز (''۔۔۔'') میں لکھا جائے۔

۲۳۔ شرمندگی سے بچنے کے لیے اقتباس اور حوالہ جات کے سرقہ سے گریز کیا جائے۔

۲۴۔ کسی ایسے ماخذ سے استدلال جو خود کسی دوسرے ماخذ سے لیا گیا ہو اصل ماخذ کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔

۲۵۔ مقالے کی پروف ریڈنگ کسی ماہر سے کرائی جائے۔

۲۶۔ مقالے کے اختتام پر نتائج کو مدلل اور جامع انداز میں تحریر کیا جائے۔

۲۷۔ اگر ایک کتاب کا حوالہ دوبارہ لکھنے کی ضرورت پیش آئے، جو پہلے سے متصل ہو اس صورت میں مرجع سابق اور صفحہ نمبر لکھ دینا کافی ہے۔

۲۸۔ کسی آیتِ مبارکہ کے حوالے کے لیے پہلے سورت کا نام پھر Colon (:) اس کے بعد آیت کا نمبر درج کیا جائے۔

۲۹۔ کتابیات میں مؤلف کا نام، القابات، اس کے بعد کتاب کا نام، ناشر، سنِ اشاعت، صفحہ نمبر، مثلاً محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی، مئی ۱۹۸۸ء، صفحہ نمبر ۱۶۔

دعوت برائے مقالہ نگاری

علماواسکالرز حضرات سے گذارش ہے کہ سالنامہ معارفِ رضا۲۰۱۲ کے لیے درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر اپنا تحقیقی مقالہ بذریعہ ای میل یا ڈاک ادارے کو بھیجیں۔ تحریر جدید تحقیق کے معیار پر پشت پر دیے گئے مقالہ نگاری کے اصولوں کے مطابق ہو، کمپوز شدہ ہو یا اس کی سی ڈی معارفِ رضا کے دس صفحات سے زیادہ نہ ہو۔ مقالے کا خلاصہ انگریزی زبان میں اپنے مقالے کے ساتھ ادارے کو بھیجیں۔

۱۔ عقیدہ توحید اور مولانا احمد رضا محدث حنفی
۲۔ حقیقتِ شرک اور مولانا احمد رضا محدث حنفی
۳۔ حقیقتِ عبادت واستعانت اور مولانا احمد رضا محدث حنفی
۴۔ تحفظِ ناموسِ رسالت اور مولانا احمد رضا
۵۔ تصوف کی اصلاح و فروغ میں مولانا احمد رضا محدث حنفی کی خدمات
۶۔ قرآنی علم الوجوہ والنظائر اور مولانا احمد رضا خاں
۷۔ عالمگیر اسلامی خلافت کا تصور اور مولانا احمد رضا خاں
۸۔ امام احمد رضا اور تحریکِ اتحادِ اسلامی: فنونِ رضا کی روشنی میں
۹۔ امام احمد رضا اور احیائے اسلام
۱۰۔ امام احمد رضا اور علامہ محمد اسماعیل نبہانی کے افکار کا جائزہ
۱۱۔ امام غزالی، شاہ ولی اللہ اور امام احمد رضا کی تعلیمی افکار
۱۲۔ امام احمد رضا اور ابن تیمیہ: افکار کا تقابلی جائزہ
۱۳۔ امام احمد رضا اور اقبال کے تصورِ عشق کا تقابلی جائزہ
۱۴۔ فتاوٰی رضویہ، فقہ حنفی کی نشأۃِ ثانیہ / تشکیل جدید
۱۵۔ علم الکلام اور امام احمد رضا
۱۶۔ غارِ حرا سے بریلی تک۔ امام احمد رضا کا سلسلۂ اسناد (الف) فقہ، (ب) حدیث کے تناظر میں۔
۱۷۔ عالمگیر غلبۂ اسلام میں عرف عادات کا کردار اور فتاوٰی رضویہ۔
۱۸۔ حقوقِ انسانی کا مطالعہ فتاوٰی رضویہ کی روشنی میں۔
۱۹۔ مسلم فکر و اعتقاد کی اصلاح میں امام احمد رضا کا کردار۔
۲۰۔ تعلیمی تحریک کے فروغ میں امام احمد رضا کا کردار۔
۲۱۔ امام احمد رضا خاں کا سماجی بہبود کا تصور
۲۲۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت ماہر مستقبلیات
۲۳۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت ماہر معنویات
۲۴۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت ماہر تعلیم
۲۵۔ کلامِ رضا کی روشنی میں "عبدِ مصطفیٰ" کی لازمی صفات یا امام احمد رضا خاں کا تصورِ عبدِ مصطفیٰ ﷺ
۲۶۔ امام احمد رضا خان کا طریقِ تحقیق / امام احمد رضا خاں بحیثیت محقق
۲۷۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت مؤرخ
۲۸۔ ترقی کے لیے امام احمد رضا کے پیش کردہ معاشی نکات کی اہمیت اور اطلاق
۲۹۔ امام احمد رضا خاں۔۔۔ سب کے لیے۔
۳۰۔ فاصلاتی نظامِ تعلیم وتربیت کے ترویج وارتقاء میں فتاوٰی رضویہ کا حصہ
۳۱۔ افکارِ رضا کی عصرِ حاضر میں افادیت
۳۲۔ ترقی ادب (اردو، عربی، فارسی) میں امام احمد رضا خاں کا کردار
۳۳۔ امتِ مسلمہ کی فکری و اعتقادی اصلاح کے لیے امام احمد رضا خان کی خدمات وتعلیمات
۳۴۔ فکرِ رضا کی روشنی میں مسلم امّہ کے اتحاد کے لیے لائحہ عمل
۳۵۔ فکرِ رضا کی روشنی میں مسلم امّہ عالمی قیادت کی صلاحیت کیسے حاصل کر سکتی ہے؟
۳۶۔ رضویات پر تحقیق کیوں اور کیسے؟ ضرورت واہمیت
۳۷۔ اسلامی عائلی قوانین کی ترتیب وتدوین میں فتاوٰی رضویہ کا حصہ
۳۸۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت مسلم سائنسدان
۳۹۔ تحریکِ پاکستان میں پر امام احمد رضا خاں کے اثرات
۴۰۔ کنزالایمان اور تصورِ توحید
۴۱۔ کنزالایمان اور تصوّرِ رسالت
۴۲۔ امام احمد رضا اور پیرویِ حسان۔ پاسبانِ ناموسِ رسالت ﷺ
۴۳۔ امام احمد رضا خاں۔۔۔ ماہر لسانیات (عربی، فارسی، ہندی اردو)
۴۴۔ اسلامی معاشرہ کی تشکیل نو میں امام احمد رضا کا کردار
۴۵۔ درسیات ونصابیات کے لیے انتخابِ رضویات
۴۶۔ دفاعِ اسلام کے حوالے سے امام احمد رضا خاں کی حکمتِ عملی
۴۷۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت ماہر ادویات
۴۸۔ امام احمد رضا خاں۔۔۔ ماہر ریاضیات
۴۹۔ امام احمد رضا خاں کے "عبدِ مصطفیٰ ﷺ" اور علامہ اقبال کے "مردِ مومن" کے کردار کا تقابلی مطالعہ
۵۰۔ امام احمد رضا خاں بحیثیت مسلم فلسفی
۵۱۔ امام احمد رضا خاں اور مذہبی رواداری
۵۲۔ امام احمد رضا خاں اور احترامِ آدمیت
۵۳۔ برصغیر پاک وہند میں مسلم ایجوکیشن کے فروغ میں امام احمد رضا کا کردار
۵۴۔ امام احمد رضا خاں۔۔۔ منفرد سفیر عشقِ رسول ﷺ
۵۵۔ اسلامی اصولوں کے مطابق تجارت کے فروغ میں امام احمد رضا کا کردار